شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی

شخصیت و خدمات

رضیہ شبانہ

ابتدائیہ

الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں کہ جس کے فضل وکرم سے اسلامک ریسرچ سنٹر نے اپنے قیام کے دو سال کے مختصر عرصہ میں شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی سہروردی کی شخصیت وخدمات کے اہم موضوع پر کتاب شائع کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی سہروردی کی شخصیت برصغیر پاک وہند کے صوفیائے کرام میں بہت نمایاں مقام رکھتی ہے۔آپ کی شخصیت کے بہت سے اہم گوشے تشنۂ تحقیق ہیں۔آپ کی علمی، اصلاحی، رفاہی وفلاحی، سیاسی وتجارتی خدمات کا تحقیقی جائزہ لینا بھی عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر سنٹر کی ریسرچ سکالر رضیہ شبانہ نے بطور ریسرچ پروجیکٹ سکالر کام کا آغاز کیا یہ کام شرمندہ اشاعت ہوکر بصورت کتاب آپ کے سامنے ہے۔اگر چہ یہ کتاب حرف آخر تو نہیں مگر اپنے موضوع پر مزید تحقیق کرنے کی جستجو کو مہمیز کر سکتی ہے۔

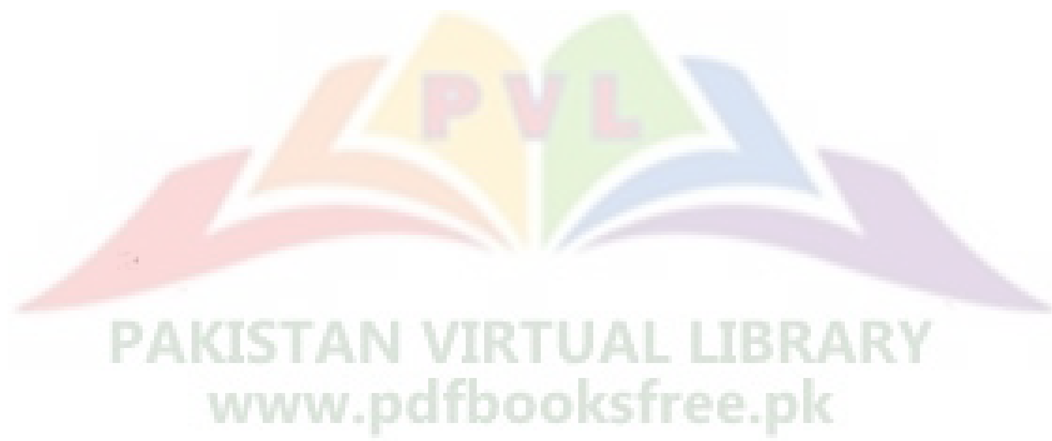
انشاء اللہ مزید مالی وسائل کی فراہمی کی صورت میں اس موضوع پر علمی وتحقیقی کام کو آگے بڑھایا جائے گا۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے نام سے منسوب یونیورسٹی ہذا مدرسہ بہائیہ کے تسلسل کا نام ہے۔اسلامک ریسرچ سنٹر آپ کے سالانہ عرس کے موقع پر یہ کتاب اشاعت کروا کر جہاں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش کی ہے وہاں پر اسلامک ریسرچ سنٹر جناب وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر اللہ اور چیر مین شعبہ علوم اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر

محمد اکرام رانا کا تہہ دل سے شکر گزار ہے کہ جنہوں نے یہ کتاب شائع کروانے میں مکمل تعاون اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

رب ذوالجلال کے حضور دعا ہے کہ وہ اس علمی و تحقیقی کاوش کے جذبۂ نیک کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائیں۔

ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب



پیش لفظ

خطۂ ملتان اولیاء اللہ کی سرزمین کہلانے کا حقدار ہے کیونکہ اس علاقے کی روحانی پیاس بجھانے میں بے شمار برگزیدہ بندے تشریف لائے۔ جنھوں نے رشد و ہدایت کا ایک عظیم سلسلہ شروع کیا۔

ان تمام بزرگان دین میں شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا سہروردیؒ کا نام ایک درخشندہ ستارہ کی مانند چمکتا رہے گا۔ آپ کے روحانی اور علمی مقام کو سب نے تسلیم کیا۔ سہروردی سلسلہ میں آپ کی خدمات نہایت عقیدت و احترام سے تسلیم کی گئی ہیں۔

خدمات

آپ نے قرامطہ کی ملحدانہ تعلیم سے نہ صرف اس خطہ کو پاک کیا بلکہ اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے مختلف علاقوں کے سفر کیے۔ آپ نے ملتان میں دینی تعلیمات کی ترویج کے لیے مدرسہ بہائیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ ساتھ ہی ساتھ روحانی علوم کو عام کرنے کے لیے خانقاہ غوثیہ کی بنیاد رکھی۔ امراء و سلاطین سے روابط قائم کر کے اسلام کے عملی نفاذ کی راہیں ہموار کیں۔

فکر

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی فکر کی اساس شریعت اور طریقت پر استوار تھی۔ آپ ذکر اللہ سے ذرا بھر غفلت کو موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ روحانیت کی بنیاد سنت رسول ﷺ پر عمل کو قرار دیتے ہیں۔ حصول رزق حلال کا اس قدر اہتمام ہوتا کہ بیعت سے قبل اس کا عہد لیتے۔ آپ نے دنیاوی معاملات میں شرکت کر کے روحانیت کے پیروکاروں کو منفرد روحانی اسلوب دیا۔ آپ فرمایا کرتے دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے دوری اختیار کرنا

دراصل درویشی کہلاتا ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ بہاء الدین زکریاؒ یونیورسٹی میں اسلامک ریسرچ سنٹر کا باقاعدہ احیاء کیا گیا جس میں بزرگان دین کی خدمات بالعموم اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کی خدمات کو بالخصوص اجاگر کرنا تھا۔

بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی فکر میں کیا انفرادیت تھی کہ جنوبی پنجاب کے دیگر صوفیاء میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ جہاں حکمران سے لے کر عوام الناس آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ سہروردی کی زندگی سے میں نے جو کچھ اخذ کیا ہے اس کا مطالعہ تو آپ کتاب میں فرمائیں گے البتہ ان کی زندگی کو شاعر مشرق کی زبان میں اس طرح بیان کرنے کو جی چاہتا ہے

نے تاج وتخت میں ہے، نے لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

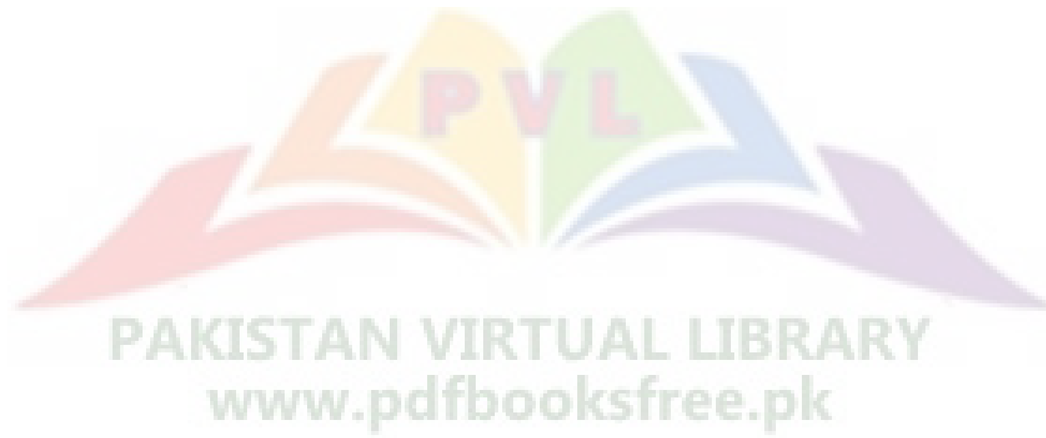
اسلامک ریسرچ سنٹر کے قیام کے بعد اس میں راقم کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ اس سنٹر کی پہلی تصنیف حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی شخصیت وخدمات کے حوالہ سے ایک تحقیقی کام ہو، الحمدللہ اس کو مکمل کر کے منظر عام پر لائے ہیں۔

رضیہ شبانہ
ریسرچ ایسوسی ایٹ

حضرت بہاءالدین زکریاؒ ملتانی سہروردی

شخصیت وخدمات

باب اول: بہاءالدین زکریاؒ کے سلسلہ اور شخصیت کا تعارف



PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی سہروردی

(شخصیت وخدمات)

تعارف ملتان اور صوفیائے اسلام کی ملتان آمد

سرزمین ملتان میں رُشد وہدایت کا جو سلسلہ صوفیائے کرام نے شروع کیا۔ اس نے نہ صرف ملتان بلکہ برصغیر کے لوگوں کی مذہبی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی زندگی کو عظیم انقلاب سے ہمکنار کیا۔ ماضی کے ایسے سرمایہ کو کھنگالنا ان مثبت اقدار کے احیاء کے لیے ضروری ہے جو نئی نسل کی داخلی شخصیت کو شکست وریخت سے محفوظ کر سکیں اور ساتھ ہی ساتھ پورے معاشرے کے جسد اجتماعی میں سرایت کر جانے والی تشکیک کا مداوا ہو سکے ہم نے کوشش کی کہ ان بزرگان دین کی ان بابرکت کاوشوں کو سامنے لایا جائے جس پر بہت سا تحقیقی کام ہونا ابھی باقی ہے۔

ملتان اور گردونواح میں بے شمار صوفیائے کرام کے مقابر اور مزارات ہیں جو بلا مبالغہ لاکھوں نہیں کروڑوں بندگان خدا کے لیے رشد وہدایت اور فکر ونظر کے مراکز ہیں۔ان بندگان گرامی کے روحانی کمالات کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ ان بزرگوں نے شاگردوں کو دینی تعلیم اور شخصیت کی تعمیر وتشکیل کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کے مشن کے لیے فکری،نظری اور عملی تربیت بھی دی۔عملی تربیت کے سلسلے میں اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ ان بزرگان نے مبلغان گرامی کو فن تعمیر، کاشی گری،نقاشی، خطاطی، کوزہ گری، قالین بافی، جلد سازی جیسے فنون مفیدہ بھی سکھائے اور شہ سواری، پہلوانی، کشتی، نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی عملی تعلیم بھی دی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان صوفیاء کرام نے اپنی تعلیمات معاشرے کی باطنی تربیت کے لیے بہت

بڑا کردار ادا کیا اس لئے ان تمام عظیم ماخذات اور محرکات کی تحقیق کسی ایک علاقے کے لیے نہیں بلکہ ملکی اور قومی سطح پر افادیت کی حامل ہے۔[۱]

ملتان میں خانقاہوں اور مدرسوں کا قیام اور ان کی بدولت عظیم تعلیمی وتدریسی نظام کا نفاذ دراصل صوفیائے کرام کا مرہون منت رہا ہے۔اسی طرح ملتان میں فلسفے کی ایک عظیم روایت زمانہ قدیم سے قائم دکھائی دیتی ہے۔اس روایت میں بھی صوفیاءکرام کا حصہ اوران کی خدمات کسی لحاظ سے کم نہیں۔[۲]

ملتان کے قدیم نام

دورقدیم میں ایک نہایت اہم اور مرکزی شہر ہونے کی حیثیت سے ملتان حملہ آوروں کی زد میں رہتا تھا اس لیے یہ شہر بار بار اجڑتا اور بستا رہا اوراس کے حکمران بھی بدلتے رہے اوراسی بناء پر مختلف زمانوں میں اس کے نام بھی بدلتے رہے ملتان کے قدیم ناموں میں قدیم ترین نام ''کیسپ پورہ'' یا کشپ پورہ ہے۔یونانی مورخوں ہیرو ڈ ولیس 484 تا445ق م اور ہکا ٹائیوس (500 ق م) نے قدیم زمانے میں ملتان کے نام کوکیسپ پور یا کیپے ٹورس اور ٹیویمی نے کیسپیرا کہہ کر پکارا ہے۔قدیم سنسکرتی لٹریچر میں اس کا نام ''کیسپ پورہ'' آیا ہے۔یہ بھاگ پورہ،سمبا پوراور ہنس پور کے ساتھ آیا ہے[۳]

ہندو دیو مالائی کہانیوں کے مطابق ملتان ''مہارشی کیسپ'' نے آباد کیا جس کی وجہ سے اس کا نام کیسپ پورہ یا کشپ پورہ پڑ گیا۔

ملتان کا ایک نام پر ہلاد پورہ بھی ہے جس کی وجہ تسمیہ ہندوؤں کی قدیم ترین مقدس پرانی کتابوں میں درج کی گئی ہیں۔[۴]

یہ نام بھگت پر ہلاد کے نام سے پڑا تھا۔بھگت پر ہلاد کا مندراب تو قلعے کے

مشرق کی طرف حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی کے مزار کے پاس موجود ہے۔بھگت پران کی رو سے ملتان راجہ کرشن کے بیٹے شامپ کے نام سے شامپ پور بھی کہلوایا کیونکہ شامپ نے ملتان کو آباد کیا تھا۔شامپ کو کسی رشی کی وجہ سے کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی ۔عرصہ تک علاج کرواتا رہا کوئی فائدہ نہ ہوا۔وہ ایک عرصے تک متروں کے درختوں کے سائے میں لیٹا رہا اس طرح اسے صحت حاصل ہوئی اسی خوشی میں اس نے ملتان شہر کو جو عرصے سے غیر آباد چلا آرہا تھا آباد کیا یوں ملتان اس کے نام پر شامپ پور یا ''شام پور'' کہلایا۔[۵]

ملتان کے ناموں میں ایک نام سنب پورہ بھی آتا ہے جس کے متعلق مقدس پران میں یہ کہا جاتا ہے کہ ایک جنگ میں رانی حب وطن نے کرشن جی کے ساتھ وفاداری دکھائی ۔کرشن جی کے رتھ کا لوہا ٹوٹ گیا تو رانی نے اس کی جگہ اپنا بازو دے دیا چنانچہ کرشن جی نے کامیابی کے بعد ملتان شہر رانی کے بیٹے سنب کو بخش دیا جس نے ملتان کو جدید طرز سے آراستہ کیا اس وجہ سے ملتان کا نام سنب پورہ پڑ گیا۔[٦]

ملتان کا ایک نام مترون بھی تھا۔مترون کے معنی سورج دیوتا کا شہر[۷] ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ملتان کا نام مترون سورج دیوتا مترہ کی وجہ سے رواج پا گیا تھا۔ملتان کا نام اوستانہ بھی مترون کی طرح راجہ سنب کے زمانے میں مشہور ہوا اوستانہ کے معنی ادیتہٗ کا شہر[۸] کے ہوتے ہیں۔

سورج کنڈ یعنی سورج کا تالاب ملتان میں آج بھی موجود ہے۔ملتان کے مختلف ناموں کا جائزہ لیتے ہوئے مرزا حنیف قیاس آرائی کرتے ہیں کہ:

"کسی زمانے میں اس کا نام ملوہہ یا اس سے ملتا جلتا کوئی نام بھی رہا ہوگا اور عین ممکن ہے کہ اسی کے نام پر اس عظیم شہر کے زیر اثر علاقے یعنی وسطی پنجاب کو ملوھہ کہا جاتا ہو جیسا کہ ایک وقت میں بابل شہر کے نام پر اس کے زیر اثر عراق کے ایک مخصوص اور بڑے حصے کو ملک بابل بھی کہا گیا۔[۹]

ان ناموں کے علاوہ مختلف ادوار میں ملتان کے یہ نام بھی رہے ہیں۔ہنس پورہ، بھاگ پورہ، مولوسان پولا۔میسان [۱۰] مولتارن، مولتان اور آخر میں ملتان بن گیا۔

دراصل ان ناموں کے سلسلے میں مختلف حوالوں میں جو دیو مالائی کہانیاں اور مافوق الفطرت واقعات درج ہیں ان کو تاریخی واقعات کی حیثیت تو نہیں دی جا سکتی تاہم ان سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ ملتان وادی سندھ کا قدیم ترین شہر ہے اور اس کا تعلق اس زمانے سے ہے جب انسانی تہذیب و معاشرت اور اعتقادات میں دیوی اور دیوتاؤں اور دیو مالا کا بڑا دخل تھا۔اس کے علاوہ یہ مسلمہ حقیقت بھی نا قابل تردید بن کر سامنے آتی ہے کہ ملتان ایک بڑے وسیع و عریض آزاد اور خود مختار علاقے کا مرکز تھا اور ملتان کے لفظ سے ایک خاص شہر کے علاوہ ایک بہت بڑی اقلیم ولایت ملک راجدھانی سلطنت حکومت بلکہ خاص جغرافیائی وحدت مراد لی جاتی تھی۔

ملتان کا قدیم قلعہ (ابن قاسم باغ) بھی ملتان کی قدامت کا ایک ثبوت ہے اگرچہ مرور زمانہ کے تحت اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں کیونکہ یہ ہر حملہ آور کا نشانہ بنتا رہا ہے اس کی حیثیت ہر حاکم کے لیے صدر مقام کی تھی اس لیے یہ بار بار تباہ ہوا اور پھر نئی

تبدیلیوں کے ساتھ آباد ہوتا رہا اس قلعہ کی غاروں سے برآمد ہونے والی مٹی کی ٹھیکریوں پر جو حروف کندہ تھے ان کا رسم الخط موہن جودڑو اور ہڑپہ کی تہذیبوں کا ہم عصر ہے۔[۱۱]

ملتان محمد بن قاسم کے بعد

ملتان محمد بن قاسم کے ہاتھوں فتح ہوتے ہی پہلی صدی ہجری میں عربوں کے قبضے میں آگیا اور غزنوی دور تک اس پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔لیکن 111 ھ میں یہ سندھ سے الگ ہوگیا۔لسانی اعتبار سے یہ سن اسی لئے بھی اہم ہے کہ اس کے بعد یہاں ملتانی زبان سندھی سے علیحدہ ہوکرارتقاء پانے لگی۔[۱۲]

ملتان پر پہلے 132 ھ تک بنی امیہ کا قبضہ رہا۔پھر ان کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی ملتان بنوعباس کی حکومت کے تحت آگیا۔اس کے بعد صورتحال کچھ اس طرح رہی کہ اگر مرکز میں خلیفہ طاقت ور ہے تو ارد گرد کے سارے علاقے اس کے ماتحت تھے۔ورنہ ہر کوئی اپنی الگ الگ حکومت بنانے کی کوشش کرتا ملتان بھی کچھ ایسی ہی صورتحال سے دوچار رہا کبھی یہ مرکزی حکومت کے تحت ہوتا اور کبھی یہاں کے حاکم خود مختیار حکومت قائم کر لیتے۔

ملتان پر بنوسامہ نے بھی حکومت کی تھی جو خالص عربی النسل تھے جن کا سلسلہ قریش کے لوئی بن غالب سے جاملتا ہے جو قریش کے اجداد میں سے تھے لوئی کی اولاد میں سے ایک کا نام سامہ تھا اسی کی اولاد بنوسامہ کہلائی یہی لوگ ''بنومنبہ'' کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔[۱۳]

تیسری صدی ہجری کے آخر میں تقریباً 290 ھ میں ان کی حکومت کا پتہ چلتا ہے۔280 ھ میں ابن رُستہ ملتان آیا تھا اور ملتان میں سامی حکومت کا تذکرہ سب

سے پہلے اسی نے ''الاعلاق النفیسہ'' میں کیا اس مطابق ملتان میں ایک قوم ہے جو اپنے آپ کو سامہ بن لوئی کی اولاد سے بتاتی ہے ان کو وہاں بنو منبہ کہا جاتا ہے یہی لوگ ہندوستان میں ملتان پر حکمران ہیں یہ امیر المؤمنین کے لیے دعا کرتے ہیں۔ [۱۴]

ملتان میں صوفیاء کا دور

محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والے مسلمان سپاہیوں میں سے ہر ایک صوفی بھی تھا۔ عالم بھی، خلق عظیم کا حامل بھی اور جانباز بھی۔ اس لئے ان کی بدولت نہ صرف دین اسلام کی اشاعت کا کام سرانجام پایا بلکہ لاکھوں بے راہ انسانوں کو صراط مستقیم کا راستہ ملا۔ لیکن فی زمانہ مسلمانوں میں فرقہ بندی اور افتراق نے سر اٹھایا۔ مختلف عقائد رکھنے والے گروہوں نے فتنہ پردازیاں کیں اور نتیجہ انتشار اور زوال کی صورت میں سامنے آیا۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ محمد بن قاسم کے سپاہیوں جیسا کردار اور اخلاق رکھنے والی شخصیتیں بروئے کار لائی جائیں اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوں چنانچہ اس صورت حال میں صوفیائے کرام اور برگزیدہ ہستیوں کا دورہ ملتان باعث برکت وسعادت ثابت ہوا۔ ان کی بدولت ملتان میں صحیح اسلامی تعلیمات رشد وہدایت، روحانی واخلاقی اقدار کا احیاء ہوا۔ جن صوفیاء کرام نے اس سرزمین کو شرف بخشا ان میں شاہ یوسف گردیز، خواجہ معین الدین اجمیری، قطب الدین بختیار کاکی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، بابا فرید گنج شکر، شاہ شمس سبزواری، صدرالدین عارف، جلال الدین عارف، سرخ بخاری، عبدالرشید حقانی، حسام الدین ملتانی، جہانیاں جہاں گشت، شاہ راجو قتال، حسام الدین متقی ملتانی قابل ذکر ہیں۔

ان صوفیاء میں کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے ملتان میں عارضی قیام کیا یہاں کے بزرگوں سے فیض اٹھایا، تبلیغ کی اور نیکی کے کام انجام دیئے اور پھر دوسرے شہروں کو

فیض یاب اور مستفید کرنے کے لیے آگے بڑھے مثلاً حضرت معین الدین اجمیری، قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے اس سرزمین کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔ یہاں رشد و ہدایت، تبلیغ و تلقین اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔[۱۵]

سہروردی سلسلہ

سہروردی سلسلہ قرون اولیٰ کے صوفیاء کی ایک تحریک ہے جس کے ذریعے برصغیر پاک و ہند میں بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ خاص طور پر پاکستان میں بے شمار لوگ مستفید ہوئے۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی نے اہم اور بنیادی کام سرانجام دیا۔ سندھ میں حضرت غوث کی آمد سے قبل ان کے پیر بھائی حضرت نوح بکھری نے سندھ کے لوگوں کو اس تحریک سے متعارف کرایا تھا۔[۱۶]

سلسلہ کا تعارف

سہروردی سلسلہ کی بنیاد حضرت شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی نے رکھی۔ ان کی ولادت سنہ 490ھ (1097) میں ہوئی۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کے بھائی شیخ احمد غزالی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ جن کا سلسلہ طریقت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے ملتا ہے۔ حضرت شیخ ابوالنجیب نے حضرت شیخ غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی سے بھی روحانی فیض حاصل کیا۔ اس کے علاوہ شیخ حماد باس کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے۔ آپ کے متعلق ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے کہ:

"وفیھا توفی الشیخ ابو النجیب السھروردی

الــصــوفــی الــفــقیــه و کــان مــن الــصــالــحیــن

المشهورین"[۱۷]

دینی اور روحانی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دو سال بغداد کی مشہور درسگاہ نظامیہ میں مدرس اعلیٰ رہے۔ سن 557ھ(1161ء) میں بغداد سے یروشلم کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔لیکن سیاسی حالات نے ان کی خواہش کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا اور دمشق میں ہی اسلام وروحانیت کے درس میں مشغول ہو گئے۔ان کے مواعظ وہدایت کا ان کے شاگردوں اور معتقدین پر گہرا اثر ہوا۔

علاوہ ازیں اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے اور اسلامی تصوف پر بلند پایہ کتابیں تحریر کیں۔لیکن افسوس کہ آداب المریدین اور شرح اسماء الحسنٰی کے علاوہ دوسری کتابیں معلوم نہ ہو سکی ہیں۔

سن 564ھ(1168ء) میں بغداد میں وفات پائی۔ان کے خلفاء نے آپ کی صوفیانہ تحریک کو جدا جدا ناموں سے رائج کیا مثلاً کبرویہ،شطاریہ،فردوسیہ وغیرہ لیکن خاص سلسلہ سہروردیہ کو ان کے بھتیجے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے رائج کیا اور اپنے خلفاء کے ذریعے دنیا کے ہر کونے میں پہنچایا۔[۱۸]

حضرت ابو نجیب عبدالقاہر کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس طرح ملتا ہے۔سعد بن حسین بن قاسم بن سعد بن نصر بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن ابو بکر صدیقؓ۔[۱۹]

آپ کا شجرہ طریقت اس طرح ہے:

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی (وفات 303ھ 915ء مدفن بغداد رہیلا حور)

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی نے حضرت سیری سقطی، شیخ حارث، مسحاسی اور شیخ محمد قصاب کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت سری سقطیؒ کا مکان صوفیاء کرام کی اجتماع گاہ تھا۔ جہاں وہ سکون کے ساتھ بیٹھ کر اپنے مسائل پر بحث کیا کرتے تھے۔ حضرت سری سقطیؒ نے اپنی کوئی تحریر پیچھے نہیں چھوڑی۔ حضرت سقطیؒ اور حضرت جنید کے باہمی تعلقات کو ہم سقراط اور افلاطون سے تشبیہہ دے سکتے ہیں۔ سری سقطی تصوف کے مسائل پر تقریباً افلاطونی مکالمہ کے انداز میں صرف زبانی اظہار خیال کرتے رہے۔ وہ بحثیں چھیڑتے، سوالات کرتے اور اپنے حلقہ میں مسائل کا فہم وشعور پیدا کرتے وہ عملی صوفی تھے حضرت جنید نے تصوف کا باقاعدہ نظام مرتب کیا اور اس کو تحریر میں لائے۔[۲۰]

ان وجوہات کی بناء پر حضرت سری سقطیؒ کو تصوف کے بغدادی سکول کا بانی تسلیم کیا گیا ہے جس کا اصل موضوع ''توحید'' تھا۔ اس سکول کا طرہ امتیاز اس کے اشارات نیز مدارج تصوف اور مقام صوفی کے موضوعات پر اس کی بحثیں تھیں۔

حضرت سری سقطیؒ عظیم المرتبت صوفی ابو محفوظ ابن فیروز الکرخی (م200یا201) کے شاگرد تھے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معروف کرخی نے صبر و رضا کی عملی تعلیم دی اور خدا کی عبادت میں محو ہونا اور مشاغل دنیا سے کنارہ کش ہونے کا درس دیا۔[۲۱]

حضرت معروف کرخی حضرت داؤد الطائی (م165ھ) کے ہم مجلس تھے اور حضرت داؤد نے حبیب العجمی (م120ھ) سے کسب فیض کیا اور انہوں نے حضرت حسن بصری اور حضرت حسن بصری نے سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کسب فیض کیا تھا۔ محققین کا خیال ہے کہ یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت حسن بصری کی

ملاقات حضرت علی سے ہوئی تھی کیونکہ جب حضرت علیؓ نے وفات پائی تو اس وقت حضرت حسن بصری کم سن تھے۔البتہ ان کے رفقاء سے ضرور ملے ہوں گے۔ایک اور روایت کے مطابق حضرت جنید نے سری سقطی سے انہوں نے معروف کرخی سے انہوں نے فرقد السنجی (م13ھ) سے انہوں نے حضرت حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک (م90ھ) سے فیض حاصل کیا۔[۲۲]

سہروردیہ اور دوسرے سلسلے

تصوف کے سلسلوں میں سب سے زیادہ شہرت چشتیہ اور سہروردیہ سلسلوں کو حاصل ہے مسلمانوں کی روحانی تربیت میں بھی ان سلسلوں کے بزرگوں نے کافی حصہ لیا سہروردیہ سلسلہ چشتیہ کی طرح پرانا ہے۔اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں تو شاید اس کا پلہ چشتیہ سے بھی بھاری ہے۔کشمیر میں اسلام کبرویہ سلسلے کے بزرگوں (مثلاً امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانیؒ) نے پھیلایا جو سہروردیوں کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔بنگال کے پہلے کامیاب مبلغ شیخ جلال الدین تبریزیؒ تھے۔جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔اس وقت مشرقی بنگال کی سب سے بڑی زیارت گاہ سلہٹ میں ایک سہروردی (شاہ جلال یمنی) کا مزار ہے۔گجرات کے قدیمی دارالخلافہ پٹن میں حضرت سلطان المشائخ اور حضرت چراغ دہلیؒ نے بھی اپنے خلفا بھیجے،لیکن دارالخلافہ یعنی شہر احمد آباد کی سب سے بڑی زیارتیں یعنی حضرت قطب عالمؒ کے سر بفلک روضے سہروردی یادگاریں ہیں۔اور پاک پٹن سے مغرب کے علاقے یعنی سندھ،مغربی پنجاب اور بلوچستان کو تو بابا فریدؒ بھی بہاء الدین زکریا سہروردیؒ کی ولایت کا جزو مانتے تھے۔[۲۳]

چشتیوں اور سہروردیوں میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں اور اس امر کا بھی

عام رواج تھا کہ ایک شخص دونوں سلسلوں کے بزرگوں سے فیضیاب ہو لیکن اگر ان بزرگوں کے حالات زندگی اور کارناموں کو بہ نگہ غائر دیکھیں تو ان کا امتیازی رنگ صاف نظر آتا ہے۔

سہروردی امور شرعی میں ان سے زیادہ محتاط تھے۔ ان کے ہاں سماع بہت کم تھا۔ خلاف شرع امور پر وہ فوراً ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ دوسرے مذہبوں کے ساتھ ان کا برتاؤ غیر معمولی رواداری کا نہ تھا۔ تبلیغ کا جوش بھی ان میں زیادہ تھا۔ سیر وسفر کا شوق بھی انھیں چشتیوں سے کہیں بڑھ کر تھا۔ بالعموم چشتیوں کا رنگ جمالی تھا اور سہروردیوں کا ''جلالی"۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر چہ دارالخلافہ کی نازک مزاج اور حساس ہستیوں کو سہروردی کسی بڑی حد تک مسخر نہ کر سکے لیکن اطراف ملک میں انھوں نے اسلام کا ڈنکا خوب بجایا اور اسلام کی بڑے پر جوش طریقے سے اشاعت کی۔ [۲۴]

افسوس ہے کہ سہروردیوں کی مکمل تاریخ مرتب نہیں ہوئی اور آج تو اس کے لیے مواد نہیں ملتا۔ سہروردیوں نے کام زیادہ تر اسلامی ہندوستان کے سیاسی اور ثقافتی مرکزوں سے دور رہ کر کیا۔ ان کی روحانی کوششوں کو دارالخلافے کی تیز برقی روشنی نے اجاگر نہیں کیا اور اتفاق سے ان میں اہل قلم حضرات کی بھی بہتات نہیں۔

لیکن سہروردیوں کی ٹھوس مذہبی خدمات سے (جن کی بدولت مغربی اور مشرقی پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوا) ایک عام بے خبری ہے۔ [۲۵]

سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت

حضرت ابو نجیب نے تصوف کی تعلیمات کو پھیلانے اور لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنے خلفاء کو اس مقصد کے لئے باقاعدہ تیار کیا جنہوں نے تمام اسلامی مما لک

کے تک اس روحانی تعلیم کو پہنچایا۔حضرت کے خلفاء اور آپ کی اولاد میں سے بعض لوگ برصغیر پاک و ہند میں بھی آئے۔آپ کے خلفاء نے الگ الگ سلسلے بھی جاری کیے اور ان سلاسل سے وابستہ بزرگوں نے بھی برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ وارشاد کے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔آپ کے خلیفہ شیخ نجم الدین کبریٰ نے کبرویہ سلسلہ جاری کیا۔عبداللہ شطار خراسانی آٹھویں صدی ہجری میں خراسان سے ہندوستان آئے اور یہاں ''شطاریہ'' سلسلہ جاری کیا۔شیخ شرف الدین احمد بن یحيٰ منیری نے یہاں آ کر ''فردوسیہ'' سلسلہ جاری کیا۔لیکن سب سے زیادہ سلسلہ سہروردیہ کو حضرت ابونجیب کے بھتیجے شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خلفاء نے یہاں پھیلایا اور لوگوں کو مستفیض کیا۔[۲٦]

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی

آپ کی ولادت سنہ 539ھ(1145ء) میں ہوئی۔اپنے چچا کے علاوہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی سے بھی روحانی فیض حاصل کیا۔حضرت غوث الاعظم نے آپ کے متعلق فرمایا:

''یا عمر انت آخر المشهورين بالعراق'[۲۷]

''اے عمر! آپ عراق کے آخری مشہور انسان ہوں گے''

حضرت غوث الاعظم سے آپ کو بے حد عقیدت تھی اسکا ثبوت آپ کی کتاب ''بہجۃ الاسرار'' ہے جس میں حضرت غوث الاعظم کے مناقب بڑی محنت اور محبت سے جمع کیے گئے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین کے والد بزرگوار کا نام محمد بن عبداللہ

ہے۔بغداد میں آپ نے اپنے چچا کی زیر نگرانی دینی تعلیم حاصل کی اور تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم میں تبحر حاصل کیا۔دینی علوم میں آپ کے کمال کا ذکر امام سبکی نے ''طبقات الکبریٰ'' میں کیا ہے۔شیخ سعدی نے ''بوستان'' میں آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے کہ آپ کی آخری عمر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔[۲۸]

حضرت شیخ الشیوخ سنہ 564ھ(1168ء) میں اپنے چچا اور مرشد کے مسند پر رونق افروز ہوئے اور لاکھوں بندگان خدا کو روحانی فیض سے مستفید کیا۔[۲۹]

سنہ 609ھ(1211ء) میں وحدت الوجود کے شارح محی الدین ابن عربی سیر و سیاحت کرتے ہوئے بغداد آئے اور حضرت شیخ شہاب الدین سے ملاقات کی اور صوفیانہ مسائل اور تعلیمات پر تبادلہ خیال کیا۔سنہ 632ھ(1234ء) میں آپ نے وفات پائی۔آپ کا روحانی فیض صرف عراق تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ سے مصر، شام اور حجاز اور برصغیر پاک و ہند کے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔آپ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل بزرگوں کے نام قابل ذکر ہیں:[۳۰]

1۔ شیخ نجم الدین علی برغش

جس کے ذریعے عجم میں سہروردی سلسلہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔

2۔ شیخ نورالدین مبارک غزنوی

جس کی کوشش سے شمالی ہندوستان میں سہروردی سلسلہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔

3۔ شیخ ضیاءالدین رومی۔

4۔ شیخ محمد یحیٰ یمنی

ان کا فیض بھی سندھ میں پہنچا۔

5۔ شیخ جلال الدین تبریزی

ان کے ذریعہ بنگال میں سہروردی سلسلہ پھیلا۔

6۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی

انہوں نے بھی حضرت شیخ شہاب الدین سے خلافت حاصل کی لیکن آپ کو زیادہ عرصہ تک مرشد کی خدمت میں رہنے کا موقع نہیں ملا۔

7۔ حضرت شیخ نوح بکھری (سندھ)۔

8۔ حضرت شیخ غوث بہاء الدین زکریا ملتانی

9۔ قاضی حمید الدین ناگوری۔

10۔ مولانا ماجد الدین[۳۱]

اولاد

آپ کی اولاد بھی برصغیر پاک و ہند میں آکر سکونت پذیر ہوئی ان کا تفصیل سے ذکر بعد میں آئے گا۔

تصانیف

اسلامی تعلیم اور تصوف پر آپ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی ملتی ہیں:

1۔ جذب القلوب فی مواصلۃ المحبوب: اس کا موضوع تصوف ہے۔

2۔ شف النصائح: اس کا موضوع علم الکلام ہے اور اس میں کلامیوں کے اقوال

اور نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

3۔ اعلام الہدیٰ: یہ کتاب امام غزالی کی کتاب ''المنقذ من الضلال'' کی طرح قدیم فلسفیوں کی نظریات کے رد میں ہے۔

4۔ بہجۃ الاسرار: اس میں حضرت غوث العالم سید عبدالقادر جیلانی کے سوانح اور مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

5۔ عوارف المعارف: تصوف پر ایک مبسوط اور جامع تصنیف ہے۔

عوارف المعارف صوفیائے کرام کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں صوفیانہ تعلیم کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور صوفی کی تربیت کے لیے اس میں ہر وہ چیز سمجھائی گئی ہے جس کے ذریعے وہ روحانی منازل طے کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب ہر طبقہ کے صوفیائے کرام کے یہاں مقبول رہی ہے اور ان کی روحانی تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تھی لیکن بعد میں اس کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کے حوالے سے حضرت شیخ شہاب الدین کی تعلیمات کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ [۳۲]

علم تصوف کا منشاء و مبداء

آپ نے سمجھایا ہے کہ تصوف کی تعلیم کا ماخذ نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہے۔ آپ نے اپنے مرشد کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ:

''شیخ ابوالنجیب سہروردی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس کی قبولیت اور پذیرائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قلوب اور نفوس قدسی بنائے تب صفائی کا فرق

اور طہارت کا تفاوت فائدہ اور نفع کی شکل میں ظاہر ہوا'' [۴۳]

اس کے بعد صوفیائے کرام قلوب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''بعض قلوب تالابوں کی مانند ہیں یا جھیل کی طرح ہیں کہ ان میں پانی جمع ہوتا ہے (اور یہ جھیلیں صوفیہ اور مشائخ ہیں) کہ ان صوفیاء اور مشائخ سے عالموں اور زاہدوں کے قلوب پاک وصاف ہو گئے اور یہ حضرات مزید بندشوں کے ساتھ مخصوص کر دیے۔ یعنی جھیل اور تالاب جس طرح بنشوں سے پانی جمع کر کے قابل بن جاتے ہیں یہی حال ان حضرات کا ہے۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی خدمت میں رہا ہوں میں نے ان کو جھیلوں اور تالابوں کی طرح پایا ہے'' [۴۴]

''پس صوفیائے کرام کے قلوب حافظ ہیں اس لیے کہ دنیا کی طرح انہوں نے رغبت بہت کم کی اور اسکے بعد جب تقویٰ کی جڑ اور بنیاد ان کے اندر پختہ ہو گئی تو پرہیز و تقویٰ سے ان کے نفوس پاکیزہ اور زہد کی بدولت ان کے دل صاف وشفاف ہو گئے اور جب انہوں نے دنیا کے علائق کو زہد کی حقیقت سے نیست و نابود کر دیا تو اس وقت ان کے بطون کے مسامات کھل

گئے اور گوش دل سے وہ سننے لگے اور زہد دنیا اس میں ان
کا معاون و مددگار رہا“[۳۵]

حضرت شیخ صوفیہ سے مراد مقربین الٰہی لیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”دراصل صوفی کا دوسرا نام مقرب ہے۔ قرآن کریم میں صوفی
کا اسم کہیں نہیں آیا ہے اس کے لیے لفظ مقرب استعمال کیا گیا
ہے۔ ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ صوفیہ سے ہماری مراد حضرات
مقربین الٰہی ہیں“[۳۶]

تصوف کی ماہیت

شیخ ابو نجیب نے تصوف کی ماہیت بھی نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے کی ہے
چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت نافع حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا کہ ہر شے کی ایک کنجی ہے صبر کرنے والے
مساکین قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے اور ان
سے محبت کرنا جنت کی کنجی ہے“[۳۷]

”پس یہی تصوف کی ماہیت میں موجود ہے اور یہی اس کی
اساس اور اس کی بنیاد ہے“

تصوف کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتےہیں:

''بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ تصوف کا اول علم ہے اور اس کا اوسط عمل ہے اور آخر موہبت ہے اور اسی سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے ذکر با جماعت، وجد با ساعت اور عمل بہ تقلید وبیعت کا، بعض حضرات کا قول ہے کہ تصوف ترک تکلف اور بذل روح کا نام ہے''[۳۸]

صوفی کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شیخ عبدالواحد سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک صوفی کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک صوفی وہ لوگ ہیں جو اپنے عقل کے بقدر فہم سنت رسول اللہ پر قائم ہیں اور اپنے دلوں کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ اور اپنے نفوس کو شرارتوں سے بچنے کے لیے اپنے پیشوا اور سردار کا دامن پکڑے ہوئے ہیں میری نظر میں یہ لوگ صوفی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہی صوفی کی پوری پوری اور جامع تعریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آقا و مولیٰ کے ساتھ فقراء کا تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں تک آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی مجھے طرفۃ العین کے لیے بھی نفس کے حوالے مت کر اور میری نگہبانی اس طرح

فرما جیسے بچے کی نگہبانی کرتے ہیں‘‘[۳۹]

جن چیزوں میں صوفیاء رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں کامیاب ہوئے ان میں تمام اشراف اور اعلیٰ ان کا وصف فقر دوامی ہوتا ہے اور ہر وقت اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے رہنا ہوتا ہے۔

تصوف میں فقر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’فقر تصوف کی اساس ہے۔تصوف کے مراتب تک فقر کے راستہ سے پہنچا جا سکتا ہے۔حضرت جنید فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ وہ تجھے تجھ ہی سے مارے اور اسی پر وہ زندہ کرے‘‘[۴۰]

متابعت رسول اللہ ﷺ پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’جس شخص کو جتنا وافر حصہ متابعت رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوگا اتنا ہی زیادہ حصہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے نصیب ہو گا‘‘[۴۱]

سلسلہ سہروردیہ کے صوفیاء کی تعلیمات

جہاں تک سلسلہ سہروردیہ کے صوفیاء کا تعلق ہے تو ملتان تو ان کے لیے ایک مرکزی شہر کی حیثیت رکھتا تھا جہاں صوفیاء زبان تک سیکھنے کے لیے آتے تھے۔ چنانچہ معین الدین چشتی اجمیری کے حالات میں درج ہے کہ وہ زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ملتان میں تشریف لائے۔اسی طرح قطب الدین بختیار کا کی امیر

خسرو اور حسن دہلوی کو بھی ملتان میں قیام کا موقع ملا اور انہوں نے یہاں کی زبان کے اثرات قبول کیے ۔ملتان کے سلسلہ سہروردیہ کے صوفیاء کا فیض برصغیر سے باہر نکل کر دنیا تک پہنچا۔حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی کے احوال میں ذکر ہے کہ ان کی قائم کردہ درس گاہ کے ستر ہزار تربیت یافتہ عالم رشد وہدایت اور تعلیم وتدریس کے لیے جاوا، سماٹرا، انڈونیشیاء، فلپائن، خراسان اور چین تک پہنچے۔

سہروردیہ صوفیائے کرام نے انسانیت کا جو درس دیا وہ انسانی اخلاق کی معراج ہے ان کے نزدیک چھوٹے بڑے، ادنیٰ واعلیٰ، کالے وگورے، امیر غریب اور عربی وعجمی میں کوئی فرق نہ تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہندو مسلم اور شیخ وبرہمن میں بھی کوئی امتیاز نہ برتا۔خواجہ معین الدین اجمیری، قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، راجو قتال امیر خسرو، جہانیاں جہاں گشت، حافظ جمال اللہ، حضرت سلیمان تونسوی، حضرت موسیٰ پاک شہید، حضرت غلام حسن شہید اور حضرت خواجہ غلام فرید جیسے صوفیاء کے احوال میں ذکر ہے کہ انہوں نے ہندو مسلم ثقافت میں مطابقت پیدا کر کے اسے فروغ دینے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم اور اہل کفر تکفیر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسلام کی طرف غیر مسلموں کو جو رغبت ہوئی وہ سہروردیہ صوفیائے کرام کے خلق عظیم کی بدولت ہوئی۔صوفیائے کرام نے بلا امتیاز رنگ ونسل تمام بنی نوع انسان کو اخوت، محبت، امن آشتی اور انسانیت کا درس دیا۔

سید سلیمان ندوی کے مطابق:

''جن لوگوں کو ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ یہاں کی روحانی تاریخ کے مطالعہ کا موقع ملا ہے وہ یہ تسلیم کر لیں گے

کہ ہندوستان میں غزنی اور غور کے سلاطین ملکی فتوحات کے لیے
جہاں جہاں بڑھتے تھے ان سے پہلے یہ روحانی سلاطین اپنی
روحانی فتوحات کے لیے آگے بڑھتے جاتے تھے اگر یہ کہنا صحیح
ہے کہ ہندوستان کے ملک کو غزنی اور غور کے بادشاہوں نے فتح
کیا ہے تو اس سے زیادہ یہ کہنا درست ہے کہ ہندوستان کی روح
کو خانوادہ سہروردیہ کے روحانی سلاطین نے فتح کیا[۴۲]

سہروردیہ سلسلے میں سماع کی وہ افراط نہیں جو چشتیہ سلسلے میں ہے اور شاید یہ کہنا صحیح ہے کہ عام طور پر سہروردی چشتیوں کی نسبت احکام شرعی کی تعمیل میں زیادہ محتاط رہے ہیں۔ مثلاً سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ: ان دنوں شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہ کا ایک فرزند ناگور میں آیا اور جب اس نے سنا کہ (سلطان التارکین) شیخ حمید الدین (صوفی ناگوری خلیفہ اعظم حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ) نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے تو شور برپا کیا۔ اور چند ظاہر بین عالموں کو لے کر آپ کے مکان پر پہنچا اور احتجاج کرنا شروع کیا۔[۴۳]

سہروردی چشتیوں کی طرح سماع کے معاملے میں غلو نہیں کرتے بلکہ عموماً اس سے مجتنب ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض بقول شیخ جمالیؒ بر سبیل ندرت سماع سنتے ہیں۔ چنانچہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی نسبت بھی لکھا ہے کہ جب عبداللہ نامی ایک قوال خوش کلام ملک روم کی طرف سے ملتان آیا تو اس نے شیخ زکریاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے میری قوالی سن کر سماع کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اچھا اگر حضرت نے سنا ہے تو ہم بھی سنیں گے۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ اور اس

کے ساتھی کو حجرے میں بلایا۔اور حجرہ بند کر کے قوال سے کہا کہ کچھ پڑھو۔قوال نے غزل شروع کی۔

مستاں که شراب ناب خوردند

از پہلوے خود کباب کردند

شیخ پر کیفیت طاری ہوئی تو انھوں نے چراغ گل کر دیا۔جس سے حجرے میں اندھیرا ہو گیا۔لیکن اتنا نظر آ رہا تھا کہ شیخ گردش کر رہے ہیں۔[۴۴]

سماع سے شیخ کی دلچسپی مشہور فارسی شاعر عراقی کی صحبت کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئی۔ وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھانجے تھے اور ان دنوں اثنائے سیر و سیاحت میں ملتان تشریف لائے تھے۔شیخ بہاء الدین سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ وہ کہتے تھے۔"

برمثال مقناطیس که آہن راکشد۔

شیخ مراجذب می کند۔

ومقید خواہد کرد۔

ازیں جازو دتر بایدرفت

شیخ نے بھی اپنے مرشد کے خواہرزادہ کی بڑی خاطر داری کی۔اپنی بیٹی اس سے بیاہ دی۔اور عراقی ایک عرصہ ملتان میں مقیم رہے۔وہ نہایت دل گداز شعر لکھا کرتے تھے۔چنانچہ نفحات الانس میں مولنا جامی لکھتے ہیں کہ جب شیخ بہاء الدین زکریا کی خانقاہ میں عراقی نے چلہ کشی شروع کی تو ابھی چند ہی دن گزرے تھے۔کہ ان پر

ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔انھوں نے ذیل کی غزل کہی۔اور اسے بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مست ساقی وام کردند
برائے صید مرغ جان عاشق
ززلف ماہر ویاں دام کردند
بعالم ہر کجا رنج و ملامت
بہم بُردندو عشقش نام کردند
چوخود کردند راز خویشتن فاش
عراقی راچرا بد نام کردند

اہل خانقاہ نے اس پراعتراض کیا۔کیونکہ خانقاہ میں سوائے ذکر اور مراقبہ کے کوئی اور چیز رائج نہ تھی۔انھوں نے شیخ سے بھی اس کی شکائت کی۔لیکن انھوں نے فرمایا کہ یہ چیزیں تمھیں منع ہیں۔اسے منع نہیں۔اور آخری شعر پر تو کمال خوشنودی کا اظہار کیا۔[۴۵]

عراقی کے علاوہ آپ کے دوسرے مشہور اہل قلم مرید امیر حسینی تھے، جو کنز الرموز، زادالمسافرین اور نزہت الارواح کے مصنف ہیں۔گلشن راز جو شیخ محمود شبستری کی مشہور مثنوی ہے۔حضرت امیر حسینی کے سوالات کے جواب میں لکھی گئی۔وہ کنز الرموز میں شیخ بہاءالدین اور شیخ صدالدین کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

شیخ ہفت اقلیم قطب اِولیاء

واصلِ حضرت ندیمِ کبریا
فخرِ ملّت وبہاے شرع ودِیں
جانِ پاکش منبعِ صدق و یقین
از وجُو د او بہ نزد ِدوستاں
جنت الماویٰ شدہ ہندوستاں
منکہ رُواز نیک داز بد تا ختم
ایں سعادت از قبولش یا فتم
رختِ ہستی چوں بروں بست از میاں
کرد پروازِ ہُمابر آشیاں
آن بلند آوازۂ عالم پناہ
سردر عصر افتخارِ صدر گاہ
صدر دین و دولت آں مقبولِ حق
نُہ فلک بر خوانِ جُودش یک طبق! [۴۶]

شیخ بہاء الدین زکریّا کے ہندوستانی مُریدوں میں آپ کے صاحبزادے شیخ صدرالدین عارف اور پوتے شیخ رکن الدین ابوالفتح کے علاوہ اُچہ شریف کے بُخاری سیّدوں کے موسسِ اعلےٰ سیّد جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاریؒ اور سندھ کے لال شہباز قلندر قابل ہیں۔

تعلیمات کا جائزہ

1۔ آپ نے تعلیمات تصوف کو قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ تصوف کا ماخذ اسلامی تعلیمات ہیں اور نبی کریم ﷺ کی متابعت ہی میں روحانی ترقی کا راز مضمر ہے۔

2۔ آپ نے روحانی تعلیم کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے باقاعدہ رشد وہدایت کا نظام قائم کیا خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی اور اپنے خلفاء اور مریدین کی تربیت کی۔

3۔ تعلیمات تصوف کو عام کرنے کے لیے کتابیں تصنیف کیں۔ خاص طور پر ایک مفصل کتاب ''عوارف المعارف'' لکھی جس میں تصوف کا ماخذ، ماہیت اہمیت اور افادیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک صوفی کی تربیت کے لیے ترتیب وار تفصیل سے درس دیا۔

4۔ اس زمانہ میں حضرت محی الدین ابن عربی وحدت الوجود کا نظریہ فلسفیانہ انداز میں پیش کر چکے تھے۔ انہوں نے بغداد میں آپ سے ملاقات کی اور تبادلہ خیال بھی کیا لیکن آپ کی کتاب ''عوارف المعارف'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس کا اثر قبول نہیں کیا۔

5۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہم نام صاحب حکمت الاشراق (ولادت 549ھ 1153ء وفات 587ھ 1191ء) بہت بڑے فلسفی اور صوفی ہو گزرے ہیں وہ سرزمین مشرق میں مشائی فلسفے کے جس پر امام غزالی نے شدید تنقید کی تھی قائم مقام تھے۔ انہوں نے اپنے فلسفہ کو بڑے

موثر انداز میں پیش کر دیا تھا۔لیکن اس بزرگ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی پراس فلسفہ کااثر بھی نظرنہیں آتا۔

6۔ حضرت شیخ پر صرف اپنے سلسلہ کے بزرگوں حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی اور ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی کی تعلیمات کا اثر نظر آتا ہے۔حضرت شیخ نے جگہ جگہ اپنے سلسلہ کے مذکورہ بزرگوں کے اقوال اورارشادات درج کیے ہیں اوران کی وضاحت اورشرح بیان کی ہے۔

7۔ حضرت شیخ نے اپنے مقصد کوسمجھانے کے لیے کئی جگہوں پر قرآن حکیم کی آیات اوراحادیث نبوی ﷺ کومثال اوردلیل کےطور پردرج کیا ہے۔

8۔ آپ نے تصوف اورصوفی کی ایسی واضح تعریف بیان کی ہے کہ کسی یہ کہنے کا موقع نہیں ملتا کہ اسلامی تصوف نے غیراسلامی نظریات اورعقائد کااثر قبول کیاہے۔

9۔ آپ نے رشدوہدایت کودنیا تک پہنچانے کے لیے خلفاء کی ایک جماعت تیارکی جودنیا کےمختلف ممالک میں پھیل گئی۔

سہروردی سلسلے میں مرشداپنے نئے مریدکوکبیرہ صغیرہ گناہوں سےتوبہ کرنے کا کہتا ہے تب اسے پانچ کلمے پڑھنے،ایمان کوراسخ کرنے ،باقاعدگی سے پنجگانہ نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کوکہا جاتا ہے۔اس کاروائی کو''مرید ہونا'' کہتے ہیں۔''مثنوی'' کے مصنف مولانا جلال الدین رومی کاتعلق اسی سلسلہ سے تھا۔وہ تقریباً1207ھ میں بمقام بلخ پیداہوئے۔[۴۷]

ان کے والدین حضرت ابوبکرؓ کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ شمس الدین تبریزان کے باطنی یاپراسراردوست تھے۔جلال نے شمس الدین کوایک

عظیم کیمیادان اور انسان کو ہر علم کا ایک ایسا ماہر قرار دیا جس نے سب کچھ چھوڑ کر خود کو الوہی محبت یا عشق حقیقی کے اسرار کی کھوج اور تفکر میں منہمک کر لیا تھا۔لگتا ہے کہ انہی کے زیر اثر جلال الدین نے اپنے شاگردوں میں ''حال کھیلنا'' کو رائج کیا۔اس رواج کی بنیاد پر ہی انہیں ''رقصان درویش'' کہا جاتا ہے۔کہتے ہیں کہ شمس الدین حالت وجد میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔[۴۸]

Petit کے مطابق سہروردی مختلف قسم کے کپڑوں کے ٹکڑوں سے بنا لباس پہنتے ہیں تا کہ یہ بات یاد رہے کہ انسان خدا کے سامنے ننگا اور اس کی نظر میں ہے۔لیکن اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کا رنگ برنگ لباس مخلوقات کی ان گنت اقسام کی نمائندگی کرتا ہے جو خدا نے انسان کی خدمت کے لیے بنائیں۔[۴۹]

ذیل میں سہروردیہ سلسلے کے مزاروں کی فہرست دی گئی ہے:

نام	جگہ	وفات کا سن ہجری
شیخ بہاء الدین	ملتان	666ھ/1268ء
شیخ صدرالدین	ایضاً	684ھ/1285ء
سید جلال الدین	جھنگ میں اُچ	690ھ/1291ء
شیخ احمد	ملتان	723ھ/1322ء
شیخ رکن الدین	ایضاً	735ھ/1334ء
شیخ حمید الدین	ماؤ قصبہ۔ملتان	735ھ/1334ء
سید جلال الدین	اچ۔جھنگ	785ھ/1383ء
شیخ صدرالدین	ایضاً	827ھ/1432ء

سید ناصرالدین	ایضاً	847ھ/1444ء
شیخ عبدالجلیل	پرانا قلعہ۔ لاہور	910ھ/1504ء
سید عثمان	لاہور	912ھ/1506ء
شیخ موسیٰ	گنبد سبز۔ لاہور	925ھ/1519ء
شیخ سید حاجی عبدالوہاب	دہلی	932ھ/1526ء
سید جمال الدین	ایضاً	948ھ/1541ء
سید جھولن شاہ	لاہور	1003ھ/1594ء
شیخ حسن گنج دگر	ایضاً	1012ھ/1603ء
میراں محمد شاہ	ایضاً	1014ھ/1605ء
شاہ جمال	نزد اچھرہ۔ لاہور	1049ھ/1539ء
شاہ دولہ دریائی	گجرات	1075ھ/1664ء
شیخ جان محمد	لاہور	1082ھ/1671ء
شیخ محمد اسماعیل	ایضاً	1085ھ/1674ء
شیخ جان محمد دوم	ایضاً	1120ھ/1708ء
خواجہ ایوب	ایضاً[۵۰]	1055ھ/1645ء(50)

زبان کے تال میل میں سلسلہ سہروردیہ کے صوفیاء کا حصہ

ان روحانی سلاطین میں بیشتر کی مادری زبان عربی اور فارسی تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ملفوظات زیادہ تر دفارسی زبان میں ہیں یہاں تک کہ صوفیاء کا وہ سلسلہ جو

خالصتاً مقامی تھا (ملتان کا سہروردیہ سلسلہ اور حافظ جمال اللہ، خواجہ خدا بخش، حضرت سلیمان تونسوی وغیرہ) بھی زیادہ تر فارسی زبان بولتا اور لکھتا تھا تاہم تاریخوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ صوفیاء کسی ایک زبان تک محدود نہ رہے بلکہ وہ جہاں بھی پہنچتے تھے وہاں کی زبان سیکھتے اور وہاں کے عوام کی زبان ہی میں لوگوں سے گفتگو کرتے تاکہ انہیں اپنی بات سمجھا سکیں اور:

''زبان یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم''

والا معاملہ نہ ہو۔ شاہ یوسف گردیز، معین الدین اجمیری، بابا فرید گنج شکر، قطب الدین بختیار کاکی، جہانیاں جہاں گشت کے احوال میں بیان کیا جا چکا ہے ان صوفیاء نے مقامی زبانوں میں گفتگو اور تبلیغ کی۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ بہت سے جملے، ابیات اور اقوال بھی منسوب کئے جاتے ہیں۔[۵۱]

دسویں صدی ہجری کے بعد کے صوفیاء جن میں حضرت حافظ جمال اللہ، موسیٰ پاک شہید، حضرت سلیمان تونسوی حضرت خواجہ خدا بخش، خواجہ غلام حسن شہید اور خواجہ فرید وغیرہ شامل ہیں۔ سرائیکی اور دیگر علاقائی زبانوں کے علاوہ اردو زبان بھی بلا تامل بولتے تھے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اپنی تعلیم وتربیت علمی فضیلت کے سبب مقامی زبانیں بولتے وقت بھی لاشعوری طور پر عربی اور فارسی زبان کے الفاظ ان کے منہ سے ضرور نکلتے ہوں گے۔ چنانچہ اس طرح مقامی بولیوں میں عربی اور فارسی زبان کے الفاظ کی آمیزش ہونے لگی۔ زبان کا یہ اختلاط کسی ایک علاقے تک محدود نہ تھا کیونکہ صوفیاء کا دائرہ تبلیغ کسی ایک خطے تک محدود نہ تھا بلکہ وہ جہاں جہاں پہنچے وہاں کی مقامی بولیوں کے اثر کو قبول کیا اور خود بھی انہیں متاثر کیا۔ اس طرح مختلف علاقوں کی بولیوں میں ایک قسم کی غیر محسوس تبدیلی پیدا ہوتی چلی گئی اور چونکہ صوفیاء کی تبلیغ

وتلقین کی بدولت لسانی تشکیلات کا یہ عمل برصغیر پاک و ہند کے تمام علاقوں میں یکے بعد دیگرے پھیلتا چلا جا رہا تھا اس لئے ہر جگہ ایک ایسی مشترکہ زبان بھی وجود میں آ رہی تھی جو اپنے علاقے کے مقامی اثرات کے امتیاز کے باوصف اپنی شکل وصورت اور رنگ ڈھنگ کے اعتبار سے ایک تھی اور یہ زبان اردو تھی جو صدیوں کے لسانی تشکیلاتی عمل کی بدولت وجود میں آئی ۔[۵۲]

ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ بیان ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے کہ:

''صوفیاء کرام براعظم کے مختلف علاقوں میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلا رہے ہیں ۔ بابا فرید گنج شکر ملتان کے رہنے والے ہیں ۔شیخ حمید الدین ناگوری وسطی ہند کے ،بوعلی قلندر پنجاب وہریانہ کے، شیخ شریف الدین یحیٰ منیری بہار و بنگال کے، امیر خسرو دہلی کے اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی اودھ کے جو پنجاب میں تھا اسکی زبان پر وہاں کی بولی کا اثر ہے جو بہار میں تھا اس کی زبان پر ماگدہی کا اثر ہے کسی پر برج بھاشا کا اثر ہے اور کسی پر کھڑی بولی کا اثر ہے۔ کسی پر سرائیکی کا اثر ہے تو کسی زبان پر گجرات کا ۔لیکن بحیثیت مجموعی اس زبان کا رنگ ڈھنگ بنیادی طور پر ایک ہے اور ابھی چونکہ یہ زبان اپنی تشکیل کے عبوری دور ہی سے گزر رہی ہے اس لئے یہ اثرات الگ الگ دیکھے اور محسوس کیے جا سکتے ہیں ۔[۵۳]

اردو زبان کے ارتقاء میں صوفیائے کرام کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے عبدالمالک آروی لکھتے ہیں:

''حضرت خواجہ معین الدین سنجری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین خالدی وغیرہ نے ارتقائے اردو میں بڑی مدد دی چونکہ قومی اصلاح اور روحانی ابلاغ وارشاد کے سلسلے میں عوام الناس کو آپ حضرات کے ساتھ گہری وابستگی تھی۔ خواجہ معین الدین سنجری سلطان التمش کے عہد میں وارد ہندوستان ہوئے خواجہ قطب الدین قصبہ اوش سے تشریف لائے تھے۔ اسی طرح شیخ فرید الدین قصبہ کھتوال سے جو ملتان کے علاقہ میں ہے تشریف لائے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے والد احمد دانیال غزنین سے ہندوستان میں آئے۔ دکن کے اسلامی سلاطین کے عہد میں بھی اولیاء کئی بار ہند وستان میں آئے۔ اگر ہر شاہی خاندان کے عہد کے بزرگوں کی ایک فہرست مرتب کی جائے تو یہ پتہ چلے گا کہ ایرانی شعراء کی طرح عراق، عرب وایران کے صلحاء وصوفیہ بھی ہندوستان میں کثرت کے ساتھ آئے اوران کی بیعت وارشاد نے عوام الناس کی زبان پر گہرا اثر ڈالا۔ [۵۴]

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ سہروردی

ملتان کے صوفیاء میں سب سے زیادہ شہرت حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کو حاصل ہوئی ایک تو اس وجہ سے کہ ان کے مریدوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دوسرے اس لئے کہ ان کو سیاسی طور پر اقتدار حاصل رہا اور ان کے تعلقات بادشاہوں اور حکمرانوں کے ساتھ رہے۔ یعنی آپ ان بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے مذہب اور سیاست کے ملاپ کے لیے حکمرانوں سے تعلقات قائم کئے رکھے۔ اس طرح ایک طرف تو وہ حکمرانوں کو مذہب کی اعانت دیتے رہے۔ دوسری طرف خود بھی سیاسی طور پر مقتدر رہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ بطور صوفی بھی ملتان میں ان کی ولایت قائم رہی۔ مختلف صوفیاء نے ملتان میں ان کے سربراہی اور ولایت قبول کی۔

> "شیخ بہاء الدین زکریا کو سالکوں اور خداطلبوں میں سفید باز
> کہتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بھی ان کے
> بازوں سے خود کو باندھ لیا وہ خدا تک پہنچ گیا" [۵۵]

یوں تو ملتان میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں بزرگان دین نے قیام کیا اور علوم باطنہ سے تشنگان علم کی پیاس بجھائی ہے لیکن ان اولیاء میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی ذات بابرکت کو جو اہمیت اور خصوصیت حاصل ہے وہ کسی اور شخصیت کو حاصل نہیں۔ آپ کا عرس ہر سال ماہ صفر میں بڑے احترام وعقیدت سے منایا جاتا ہے اور پاکستان کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں عقیدت مند اس میں شرکت کے لیے آتے ہیں۔ حضرت بہاء الدین زکریا سے جو عقیدت سندھیوں کو

ہے وہ شاید کسی اور کو نہ ہو۔ ہر سال ہزاروں سندھی زائرین قافلوں کی صورت میں حضرت کے مزار کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ جب سندھیوں کا قافلہ شہر میں داخل ہوتا ہے تو تمام سندھی زائرین احتراماً اپنے جوتے اتار دیتے ہیں اور جتنا عرصہ اس شہر میں رہتے ہیں پاپیادہ گھومتے ہیں کیونکہ وہ اپنے پیر کے شہر میں جوتے پہن کر گھومنا توہین سمجھتے ہیں اس عرس میں تمام عقیدت مند زائرین کے علاوہ علماء اور فضلاء بھی تشریف لاتے ہیں اور اپنے مواعظ حسنہ سے اہل ملتان کے دل کو گرماتے ہیں اس موقع پر پاکستان بھر کے مشہور قوال اپنی قوالیاں پیش کرتے ہیں اور اسی کیف و مستی میں ساری رات بیت جاتی ہے اور اس مقدس مجلس میں رات گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل ملتان کو آپ کی ذات بابرکت پر فخر ہے اور ملتان میں آپ کے مزار مبارک کی موجودگی نے اسے دوسرے شہروں کے مقابلے میں ایک طرہ امتیاز عطا کر دیا ہے اور یہ ملتان کی پہچان اور عظمت و فخر کی علامت بن چکا ہے۔

تعارف

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے دینی حلقوں میں ایک نہایت ہی بلند مقام رکھتے تھے آپ صوفیاء کرام کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے اس خطہ ارض پر کفر و الحاد کی تاریکیوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔ یہ شمع نو سو برس گزرنے کے بعد بھی اس طرح روشن ہے بلاشبہ صوفیائے کرام پر بہت زیادہ بحث ہو چکی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اس لئے ہم حضرت بہاء الدین زکریا کے حالات زندگی کے اور کچھ اہم پہلوؤں کو نوک قلم کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کے موسسِ اعلیٰ شیخ بہاء الدین زکریا تھے۔ ان کے دادا مکّہ معظمہ سے پہلے خوارزم اور وہاں سے مضافاتِ ملتان میں

تشریف لائے اور نانا منگولوں کے حملے میں وطن چھوڑ کر ہندوستان آئے اور کوٹ کروڑ میں آباد ہو گئے۔ شیخ بہاء الدین یہیں ۱۱۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بارہ برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہُوا۔ اس کے بعد آپ خراسان چلے گئے اور سات برس تک علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ پھر بخارا میں یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد حج کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں پانچ سال تک روضہ نبوی کی مجاوری کی اور شیخ کمال الدین محمد یمنی سے علمِ حدیث کی سند لی۔ [۵٦]

فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخؒ کی زبانی لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا مُرشد کی خدمت میں فقط سترہ دن رہے تھے کہ انھیں خرقہ ءخلافت مِل گیا۔ اس پر شیخ الشیوخ کے یارانِ قدیم نے شکایت کی کہ ہم تو ایک مُدت سے اَوراد و وظائف میں مشغول ہیں اور ابھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچے۔ لیکن یہ نو وارد چند ہی روز میں کامیاب ہو گیا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ تم لوگ گیلی لکڑیاں لائے ہو، جن میں دیر سے آگ لگتی ہے۔ زکریا خُشک لکڑیاں لایا تھا جو ایک ہی بار پھُونک مارنے سے بھڑک اٹھی۔ [۵۷]

خلعتِ خلافت سے سرفراز کرنے کے بعد بالغ نظر مرشد نے آپ سے فرمایا کہ اب آپ ملتان جائیں اور وہاں اقامت اختیار کر کے وہاں کے لوگوں کو منزلِ مقصود تک پہنچائیں۔ [۵۸]

چنانچہ آپ ملتان آئے اور جلد ہی وہاں بڑا اعتبار و اقتدار حاصل کر لیا۔ بلکہ ملتان، سندھ، بلوچستان، کے علاقے کو آپ کی روحانی سلطنت سمجھا جاتا تھا۔ آپ کے حالات پر حال ہی میں ایک کتاب انوارِ غوثیہ کے نام سے خادمانِ درگاہ نے شائع کی ہے، جس میں کتب تاریخ کے اندراجات کے علاوہ خاندانی روایات بھی جمع کی ہیں۔

انوارِ غوثیہ کے مطابق ممالک اسلامی سے واپسی کے بعد شیخ بہاء الدین نے ایک عرصہ صوبہ سرحد کی ایک پہاڑی پر گوشہء عزلت میں عبادت کی۔

جسے اب کوہ شیخ بودین (کوہ شیخ بہاء الدین) کہتے ہیں۔ انوارِ غوثیہ میں لکھا ہے کہ حضرت کے وعظ سُن کر مُلکِ سندھ اور علاقہء مُلتان اور لاہور کے اہلِ ہنود میں سے بھی بے شمار خلقت نے جس میں بہت متمول تاجر اور بعض والیانِ مُلک بھی تھے دینِ اسلام اختیار کیا اور حضور کے مرید ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت نے عامہء خلائق کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے زراعت اور تجارت کے کام کو رفتہ رفتہ بڑھایا۔ اطرافِ ملتان میں جہاں کہیں اچھا موقع ہُوا، اُفتادہ جنگلوں کو آباد کرایا اور تجارت کی طرف بھی حضرت نے بہت توجہ فرمائی "۔[۵۹]

شیخ کبیر بابا فریدِ گنج شکر سے جو ملتان سے تھوڑے فاصلے پر پاکپتن میں مقیم تھے، آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ آپ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک دفعہ آپ نے بابا فرید کے نام رقعہ لکھا جس کا ایک فقرہ تھا:

میانِ ماوشما عشق بازی است بابا فرید نے جواب دیا: میانِ ماوشما عشق اس بازی نیست "۔[۶۰]

آپ کے زمانے میں شیخ شہاب الدین سُہروردی کے اور خلفا مثل قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ جلال الدین تبریزی ہندوستان تشریف لائے۔ لیکن چشتیہ بزرگوں کی کشش نے انھیں اپنا لیا اور انھوں نے سہروردی سلسلے کو فروغ دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے تو فقط تین مرید تھے اور شیخ جلال الدین تبریزی نے بھی بنگالہ جانے سے پہلے بہت کم لوگوں کو مُرید کیا۔ یہ کمی شیخ بہاء الدین زکریا نے پوری کی اور ان کی وجہ سے سہروردیہ سلسلے کو ہندوستان میں اہم جگہ مل گئی۔

ان کے زمانے میں شیخ الاسلام سیّد نورالدین مُبارک غزنوی اور شاہ ترکمان بیا بانی ۔[۶۱] بھی سُہروردی سِلسلے سے تھے، لیکن سِلسلہ ان سے بہت چلانہیں اور ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کا مورثِ اعلیٰ شیخ بہاء الدین زکریاہی کو سمجھنا چاہیے۔[۶۲]

آپ کے زمانے میں ناصرالدین قباچہ جوسلطان محمد غوری کا غلام تھا، ملتان کا گورنر تھا۔ سلطان قطب الدین ایبک کی وفات تک تو وہ بادشاہ دہلی کا وفادار صُو بیدار بنا رہا۔ لیکن جب اس کا غلام التمتش بادشاہ ہُوا تو قباچہ نے بھی خودمختاری کا ارادہ کیا۔ شیخ بہاءالدین زکریا اور قاضی شرف الدین قاضی ملتان نے خط لکھ کر التمتش کو اس کے منصوبوں کی اطلاع دینی چاہی۔ اتفاقاً دونوں کے خط قباچہ کے ہاتھ جا لگے۔ قاضی کو تو اُس نے فوراً قتل کرادیا اور شیخ سے بازپُرس شروع ہوئی۔ شیخ نے صاف کہا کہ یہ خط میں نے لکھا ہے اور ارشادِ الٰہی کے مطابق لکھا ہے۔ تمھاری کوششوں سے سوائے مسلمانوں کا خون بہنے کے اور کچھ نہ ہوگا۔ شیخ کا ملتان میں اتنا اثر تھا کہ ناصرالدین قباچہ کوانھیں گزند پہنچانے کی ہمّت نہ ہوئی[۶۳]

بالآخراس نے التمتش کے خلاف بغاوت کی اور التمتش اس کا تعاقب کر رہا تھا کہ وہ دریاے سندھ میں ڈوب کر مرگیا اوراس کی جگہ ایک نیاصُو بیدار مقرر ہُوا۔

آپ ماہ رجب سال539ھ ق/جون سال1145ء میں سہرورد کے علاقے میں جوزنجان کے قریب ہے پیدا ہوئے۔ آپ بچپن میں صوفی حسن ملکانی سے علم حاصل کرتے رہے بعد میں 24 سال کی عمر میں بغداد میں تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ علمائے بغداد نے آپ کوسلطان الحکماء کا لقب عطا کیا۔[۶۴]

روایت ہے کہ خضر علیہ السلام کئی بار آپ کے پاس آئے اورانہوں نے آپ

کو رموز باطن اور علوم طریقت سے بہرہ مند فرمایا۔ شیخ شہاب الدین نے اپنے عہد کے بہت سے عرفا کی خدمت کی ان میں سے شیخ عبداللہ گیلانی و نجم الدین کبراء بہت مشہور ہیں ۔آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی سے بھی فیض حاصل کیا۔[۶۵]

آپ مسلک کے لحاظ سے شافعی تھے اور رسول اکرم ﷺ کی شرع اور سنت کی کامل پیروی کرتے تھے آپ نے بغداد میں تصوف طریقت کے اصول و مواعظ کا طریقہ شیخ ابو نجیب سہروردی سے سیکھا اور فقہ وفنون ادب دوسرے شیوخ سے یاد کئے ۔اپنے چچا سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ عزلت وخلوت میں جا بیٹھے ۔اگر چہ سہروردیہ سلسلے کے بانی شیخ ضیاء الدین ابونجیب ہیں لیکن آپ نے اسے ہر جگہ پھیلایا۔ آپ شیخ ابونجیب کے بعد ان کے قائم مقام بنے ۔[۶۶]

خلیفہ وقت ناصر الدین آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور آپ کو دوسرے ممالک میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا کرتا تھا۔ دوسرے بادشاہ بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے ۔آپ ہر سال مکہ مکرمہ جاتے اور وہاں سے مدینہ بھی جاتے تھے ۔آپ نے تمام عمر اسی طریقہ کو اپنایا۔ آپ دولت کے اعتبار سے اپنے عہد کے تمام عرفاء سے زیادہ دولتمند تھے لیکن آپ نے اس دولت کو غریبوں اور حاجتمندوں پر صرف کیا۔ حج پر ہر سال جاتے اور فقراء کو بھی ساتھ لے جاتے ۔آپ تصوف کے تمام سلسلوں کا احترام کرتے تھے ۔628ھ ق میں جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں آپ نے مصر کے مشہور صوفی شاعر ابوالفراد مصری سے ملاقات فرمائی ۔آپ اپنے اصولوں اور اعتقادات میں بڑے سخت تھے ۔آپ اپنے مرشد کی طرح آداب کے ظاہری طریقوں کو خوب نبھاتے تھے ۔فلسفیوں سے دور رہتے تھے اور یہ بات اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ آپ نے بوعلی سینا کی مشہور تصنیف ''الشفاء'' کو جو فلسفہ سے متعلق ہے پانی میں پھینک دیا تھا۔

آپ نے خلیفہ وقت ناصر الدین کو بھی فلسفے کی کتابیں جلانے اور ضائع کرنے پر شاباش دی تھی۔[٦٧]

آپ سماع نہیں فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر وہ نعمت جو انسان کے لئے ممکن ہے شہاب الدین کو دی گئی سماع کے علاوہ۔آپ بغداد میں صوفیوں کی چند خانقاہوں کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ناصر الدین خلیفہ نے آپ کے لیے بغداد میں ایک شاندار خانقاہ تعمیر کروائی تھی جہاں آپ اور آپ کے مرید رہائش پذیر تھے۔

آپ کا مقام اولیاء وعرفاء میں بہت بلند ہے اور ان کے ہم عصر عرفاء وفضلاء آپ کے مداح تھے۔امام شافعی نے انہیں ''استاد زمانہ' فرید گانہ، مطلع انوار، منبع الاسرار، دلیل الطریقۃ، ترجمان الحقیقہ، قدوۃ العارفین وعمدۃ السالکین العالم الربانی قرار دیا ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام بہاء الدین زکریا ہے اور غوث العالمین بدر المشائخ، قطب العالمین، غوث الثقلین اور بہاء الحق کے القاب سے سرفراز ہوئے۔[٦٨]

حضرت شیخ غوث الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ حسب ونسب کے اعتبار سے قریشی الاسدی تھے اس بات پر بھی سبھی محققین وتذکرہ نگار متفق ہیں کہ آپ کے خانوادہ میں سے بعض اشخاص نے خود کو اسدی الہاشمی بھی کہلوایا ہے مگر کتاب المعارف لابن قتیبہ، کتاب الاشتقاق لابن درید، ابن ہشام کے مطابق اسد بن ہاشم مقطوع النسل تھے۔مگر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ غلطی سے اسد بن عبدالعزیٰ کو ہی اسد بن ہاشم سمجھ بیٹھے ہوں اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اسد بن ہاشم اور اسد بن عبدالعزیٰ دونوں

ایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔[۶۹]

ایک اسد کا نسب نامہ دو واسطوں سے جناب قصی سے جا ملتا ہے تو دوسرے تینوں واسطوں سے ردالمختار عرف شامی باب الزکوٰۃ میں علامہ شامی کے نزدیک بھی عبدالمطلب کی اولاد کے علاوہ کوئی ہاشمی نہیں جبکہ تاریخ الخمیس اور روضۃ الاحباب میں بھی سوائے آل عبدالمطلب کے کسی دوسرے کو بنو ہاشم تسلیم نہیں کیا گیا۔[۷۰]

سیدنا غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ و مرید حضرت سید جلال الدین، سرخ بخاری نے آپ کا درج ذیل شجرہ نسب پیش کیا ہے۔ یہ شجرہ غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر حضرت صدرالدین عارف کی بیاض سے نقل شدہ ہے۔

"ذلک ادنیٰ وجدت نسخة مکنوبة موثوقة بخط

شیخنا شیخ الاسلام صدرالحق والدین ابی المغانم

محمد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه"[۷۱]

شیخ عین الدین بیجاپوری۔ پیرزادہ محمد حسن مترجم سفرنامہ ابن بطوطہ، شیخ محمد علی رونق مؤلف تحقیق الانساب کے علاوہ اکثر محققین نے اسی نسب نامہ کو اولیت دی ہے اور اسی پر کامل اعتماد کیا ہے۔ خلاصۃ العارفین کے قلمی نسخہ میں جو مولانا ضیاء الدین ملتانی نے تحریر کیا اس کے صفحہ نمبر 5 پر درج ہے کہ:

"ومشائخنا کانوا من رؤسا العرب وساداتهم

واشرف الناس حسباً ونسباً لانهم قریشیون من

اتصل نسبهم آل شرفیون الی نسب النبی ﷺ الی

قصی بن کلاب وقصی جد نبینا ومشائخنا رضوان

اللّٰہ تعالیٰ علیھم اجمعین ولد قصی ابنامنھم

عبدالمناف جد النبی ﷺ وعبدالعزیٰ جد

مشائخنا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ومنھم الیٰ قصی

عشرون احد یطنا ومن النبی الی قصی

خمسہ"[۴۲]

"یعنی حضرت سید جلال الدین بخاری اس بات پر بے حد فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے مرشد کے آباؤ اجداد رؤسا اور شرفائے عرب میں سے تھے اور وہ ممتاز قریشی تھے۔ کیونکہ ان کا نسب حضرت رسول کریم ﷺ کے نسب کے ساتھ جناب قصی کے ساتھ جاملتا ہے۔ جناب قصی کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام عبدالمناف تھا جو کہ آقائے نامدار ﷺ کے جد تھے اور دوسرے عبدالعزیٰ جو ہمارے شیخ کے جد امجد تھے۔ ہمارے مشائخ کا نسب اکیس واسطوں سے اور آنحضور ﷺ کا نسب پانچ واسطوں سے جناب قصی سے جاملتا ہے"

خلاصۃ العارفین کے صفحہ نمبر 5 پر حضرت سید سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا وضاحت کے بعد شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نسب

نامہ اپنے ملفوظ میں کچھ اس طرح درج فرمایا ہے:

"حضرت شیخ الاسلام شیخ بهاء الدین زکریا بهاء
الحق بن شیخ محمد غوث بن شیخ جلال الدین بن
شیخ علی قاضی بن شمس الدین بن عبدالله
بن الحسین بن المطرف بن خزیمه محمد بن حازم
بن محمد بن المطرف بن عبدالرحیم بن
عبدالرحمٰن بن هبار بن اسود بن عبدالمطلب اسد
بن عبدالعزیٰ بن قصی"[۷۳]

مزید وضاحت کے لیے آپ کی خدمت عالیہ میں تفصیلی شجرہ پیش کیا جاتا ہے جس میں خاندانِ نبوت اور غوث بہاء الدین زکریا کا نسبی تعلق واضح کیا گیا۔

قصی بن کلاب

عبدالعزیٰ

عبدالمناف

اسد

سیدنا ہاشم

ام حبیب　　مطلب　　خویلد　　سیدنا عبدالمطلب

برہ　　اسود　　عوامؓ　　خدیجہ طاہرہؓ　　نوفل　　سیدنا عبداللہ

سیدہ آمنہ　　ہیارؓ　　زبیرؓ　　ورقہ　　سرور کائنات ﷺ

عبدالرحمٰن　　مالک

عبدالرحیم　　زبیر　　خشرم

المطرف　　المنذر　　مورث اعلیٰ خشارمہ

حازم　　عبدالعزیز

تا حضرت غوث بہاءالدین زکریا　　عمر سلطان ہباریہ [۷۴]

تذکرہ اولیاء کرام میں جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے''[۷۵]

فرشتہ تذکرہ اولیائے ہند مصنفہ شیخ عین الدین بیجاپوری کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ:

''شیخ بہاء الدین زکریا از اولاد ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی است و ہبار اسلام آوردہ بود۔ برادران او دمعہ و عمرو عقیل با حالت کفر در جنگ بدر بقتل رسیدند و سودہ کہ در زمان پیغمبر بود دختر دمعہ است''[۷۶]

''یعنی شیخ بہاء الدین زکریا ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن اقصیٰ کی اولاد سے ہیں۔ ہبار نے تو اسلام قبول کر لیا تھا مگر اس کے بھائی دمعہ و مع اور عقیل کفر کی حالت میں جنگ بدر میں قتل ہوئے اور سودہ جو کہ پیغمبر کے زمانہ میں تھی دمعہ کی بیٹی تھی''

آپ خاندان قریشی و ہاشمی کے چشم و چراغ تھے سلسلہ نسب یوں ہے ابو محمد زکریا بن وجیہ الدین بن محمد بن کمال الدین شمس الدین محمد کروری بن سلطان حسن بن سلطان عبداللہ تاج الدین بن امیر عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن ہبار بن اسد بن ہاشم بن عبدالمناف۔[۷۷]

پیدائش

آپ 566ھ میں کوٹ کروڑ کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ مؤلف تاریخ فرشتہ، نزہتہ الخواطر، تذکرہ اولیائے ہند اور فہرست کتابخانہ دیوان ہند 566ھ بیان کرتے ہیں جبکہ مفتاح التواریخ، آئین اکبری مرقع ملتان اور فرہنگ سوانح مشرق میں سال پیدائش 565ھ درج ہے۔ تذکرہ ذکر جمیل منبع البرکات، تحفتہ الابرار اور حدیقتہ الاولیاء میں 578ھ درج ہے۔[۷۸]

ابتدائی تعلیم

بہاء الدین زکریا نے ابتدائی تعلیم ملتان ہی میں حاصل کی۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید سات قرأتوں سے حفظ کرلیا تھا۔

"شیخ بہاء الدین حفظ قرآن مجید با ہفت قرأت در کوٹ کروڑ از مولانا نصیر الدین بلخی حاصل کرد"[۷۹]

آپ ابھی دس سال کے تھے کہ والد فوت ہو گئے اس کے بعد آپ خراسان تشریف لے گئے سات برس تک وہاں علماء و مشائخ سے ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ پھر بخارا گئے اور بہت سے اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔ بخارا میں آپ تقریباً آٹھ برس تک رہے۔ اس دوران میں تحصیل علوم کے ساتھ ساتھ آپ نے کتب کا ذخیرہ بھی اکٹھا کیا۔

بخارا کے لوگ آپ سے متاثر ہو کر آپ کو بہاء الدین فرشتہ کہنے لگے تھے۔

بخارا کی تمام درس گاہوں سے علم حاصل کرنے کے بعد بیس برس تک سخت مجاہدے میں

مصروف رہے۔ بخارا سے آپ مکہ آ گئے۔

حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں حرم نبویؐ کے مجاور بنے۔ انہی دنوں میں آپ مولانا کمال الدین محمد یمنی سے حدیث کا درس لیتے رہے۔ سیر العارفین کے مطابق:

''جب حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے تمام علم حدیث مولانا (یمنی) سے پڑھ لیا اور اس میں کمال حاصل کر لیا تو مولانا نے حضرت کو اجازت نامہ لکھ کر دے دیا اور حدیث کے درس دینے کی بھی اجازت دے دی۔ جیسا کہ محققین محدثین کی رسم ہے'' [۸۰]

پانچ برس مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ اپنے استاد (مولانا یمنی) کے ساتھ ہر برس حج کے لیے مکہ جاتے رہے۔ مدینہ سے آپ بیت المقدس بھی تشریف لے گئے۔ وہاں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کرنے کے بعد آپ بغداد گئے جہاں آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور:

''حضرت سلطان المشائخ کی صحبت و ارادت کی برکت سے صرف سترہ روز میں یہ دولت جاودانی اور سعادت دو جہانی حاصل کر لی''

شیخ شہاب الدین سہروردی سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد مرشد کے حکم سے آپ ملتان تشریف لے آئے اور یہاں دین اسلام کی خدمت شروع کر دی۔

سفینۃ الاولیاء کے مطابق:

''ملتان کو جائے قیام بنانے کے بعد شیخ زکریاؒ نے طالبان حق کی ہدایت وارشاد کی جانب توجہ دی۔ اس شہر اور اطراف کے تمام لوگ آپ کے معتقد ہو گئے'' [۸۱]

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملتان میں ایک ایسا علمی ودینی مدرسہ قائم کیا جس کے فارغ التحصیل اور تربیت یافتہ علماء، مبلغین اور واعظین نے نہ صرف برصغیر کے کونے کونے میں بلکہ بیرون ملک یعنی جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، فلپائن، خراسان اور چین تک اسلام کی روشنی پھیلائی۔ یہ مدرسہ ایک ''اقامتی یونیورسٹی'' کی سی حیثیت رکھتا تھا جہاں ہر ملک کے فاضل جمع تھے ان کا کام تدریس دینا تھا انہیں معقول مشاہرہ ملتان اور ان کے رہنے سہنے کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ طالب علموں کے رہنے اور کھانے پینے کا بھی معقول انتظام تھا۔ اس درس گاہ میں دو شعبے تھے۔ ایک کا کام علماء پیدا کرنا اور دوسرے کا مبلغین اور واعظین کی جماعت تیار کرنا تھا۔ مبلغین کو دوسرے ممالک میں تبلیغ اسلام کے لیے بھجوایا جاتا تھا ۔ اس لیے انہیں ان ممالک کی تہذیب وثقافت اور زبان کے بارے میں خاص طور پر تعلیم دی جاتی تھی تاکہ انہیں تبلیغ میں دقت پیش نہ آئے۔ جب یہ مبلغین اور واعظین روانہ ہونے لگتے تو انہیں سامان تجارت دیا جاتا تاکہ وہ اپنی روزی کا وسیلہ خود بنیں۔

ڈاکٹر شمیم محمود زیدی لکھتی ہیں:

''شیخ بہاءالدین زکریاؒ ملتانی واعظوں اور مبلغین کے مختلف گروہ سندھ، مکران، کشمیر، دہلی اور افغانستان کی طرف تبلیغ کے لیے

روانہ فرماتے تھے۔ یہ گروہ سال کی خاتمے پر واپس آ کر اپنی
کارکردگی کی رپورٹ حضرت کے سامنے پیش کرتے۔ حضرت
ان کو ضروریات زندگی اور خرچ کے لیے تجارت کا سامان دیتے
تا کہ وہ اس کے ذریعے گزر بسر کریں"[۸۲]

ان لوگوں کو سفر کی مشکلات اور خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے گھڑ سواری، تلوار بازی، تیر اندازی اور نیزہ بازی کی با قاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔ گویا اس مدرسے کے فارغ التحصیل علماء اور مبلغین دین و دنیا اور ظاہر و باطن کی امتزاجی تربیت سے مکمل انسان بن جاتے تھے۔[۸۳]

مولانا نور احمد فریدی کے مطابق:

"اس میں ملتان کی مرکزی تبلیغی یونیورسٹی کے نصاب کے
مطابق انسانی کمال اور روحانی جلال کے حصول و عروج کی
با قاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسے روحانی سنٹر پنجاب اور سندھ
میں کثرت سے قائم تھے"[۸۴]

اس مدرسے میں مختلف فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی مثلاً خطاطی اور جلد سازی کا کام سکھایا جاتا تھا۔

علامہ عتیق فکری کے بیان کے مطابق:

"محمد بلخی خطاط اس زمانے میں ملتان میں موجود تھا اور اہل ملتان
میں اس کے کئی شاگرد تھے۔ غوث بہاء الدین زکریا کے زمانے
میں نستعلیق خط کو بڑا عروج ہوا"[۸۵]

یہ مدرسہ کم وبیش ساٹھ سال تک خود حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی نگرانی میں چلتا رہا۔

علامہ عتیق فکری کے مطابق:

''آپ نے جو نظام تعلیم رائج کیا تھا اس کا درس تقریباً دو صدی تک ملتان میں جاری رہا''[۸۶]

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ خود بھی درس فرماتے تھے۔ڈاکٹر شمیم محمود زیدی لکھتی ہیں:

''شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ منبر پر بیٹھ جاتے تھے اور قرآن حکیم کی تفسیر بیان فرماتے اور حدیث کی تدریس کرتے۔کبھی کبھی پچھلے بزرگوں کے اقوال،حکایات اور اشعار سے بھی استفادہ کرتے''[۸۷]

منشی عبدالرحمن کی تصنیف ''آئینہ ملتان'' میں اس مدرسے کے تعارف کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:

''یہ سلسلہ سہروردیہ کا ملتان میں سب سے پہلا مدرسہ عالیہ تھا جو حضرت بہاء الدین نے تعلیم دین ودنیا کے لیے قائم کیا تھا۔یہ موجودہ خانقاہ کے ساتھ واقع تھا۔آپ بہ نفس نفیس اس میں درس دیا کرتے تھے۔اس مدرسہ کے کتب خانے کا شہرہ ہندوستان میں دور دراز تک پہنچ چکا تھا۔وہاں سے ہر شعبہ حیات کے لوگ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے ملتان کھنچے چلے

آتے تھے اس دور میں علوم اسلامیہ کی تدریس میں نمایاں
تبدیلیاں ہوئیں فقہ اور اصول فقہ کے ساتھ منطق اور معمول کی
کتابیں بھی داخل نصاب کر دی گئیں۔ یہ مدرسہ اور کتب خانہ
لنگاہ خاندان کے زمانہ میں مرزا حسین ارغوانی کے حملہ ملتان میں
تباہ ہو گیا۔ اس کے رہے سہے آثار سکھوں نے مٹا دیئے" [۸۸]

آپ کے خلفاء بڑی تعداد میں ہیں۔ ان میں مشہور فخر الدین عراقیؒ اہم ہیں جو آپ کے داماد ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ سہروردی کے بھانجے بھی تھے۔ اس کے علاوہ جلال الدین سرخ بخاری، شیخ کبیر الدین عراق، لعل شہباز قلندر، نواب موسیٰ، خواجہ حسن افغان، خواجہ کمال الدین، مسعود شیروانی، خواجہ فخر الدین گیلانی شاہ عالم رحمہم اللہ علیہم کے علاوہ پنجاب و سندھ کے بہت سے صوفی بزرگ آپ کے عقیدت مند تھے۔

بہاء الدین زکریاؒ ملتانی نے طویل عمر پائی تھی۔ انہوں نے کئی سلاطین کا زمانہ دیکھا تھا۔ آپ نے 7 صفر المظفر 661ھ بروز منگل اپنے حجرے میں وفات پائی۔ شیخ عمر عروی نے آخری غسل دیا اور نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے صدر الدین عارفؒ نے پڑھائی۔ آپ کے وصال کا ذکر مورخین اس طرح کرتے ہیں کہ آپ حسب معمول نماز ظہر کے بعد حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ باہر آپ کے صاحبزادے صدر الدین عارف خانقاہ اور حجروں کا جائزہ لے کر آپ کے حجرے کی طرف آ رہے تھے کہ ایک نورانی صورت بزرگ نے سبز رنگ سربمہر لفافہ آپ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیں۔ آپ یہ خط شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا

کر واپس آئے تو قاصد موجود نہ تھا۔ شیخ صدرالدین عارفؒ جلدی سے واپس اندر آ گئے تو چاروں طرف یہ آوازیں آ رہی تھیں ''دوست بدوست رسید'' آپ نے گھبرا کر شیخ الاسلام کی جانب دیکھا تو آپ کا سر سجدے میں تھا اور روح قفس عنصری کر چکی تھی۔ آپ کا مزار ملتان قلعہ پر واقع ہے اور سال بھر عقیدت مند حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔[۸۹]

حضرت بہاءالدین زکریاؒ کی اولاد اور تلامذہ کا تعارف

شیخ صدرالدین

شیخ بہاء الدین وفات ۱۲۶۲ء میں ہوئی اور آپ کے صاجزادہ شیخ صدرالدین جانشین ہوئے۔ (غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی اہم مثال ہے، جس پر بعد میں اچہ کے قادری پیروں نے بھی عمل کیا)۔ شیخ صدرالدین کی بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ میر حسینی سادات نے کنزالرموز میں ان کی نسبت لکھا ہے۔

آں بُلند آوازۂ عالم پناہ
سرورِ دیں ، افتخارِ صدر گاہ
آبِ حیواں قطرۂ بحرِ دِلش
چُوں خضر علمِ لدنی حاصلش
مُعتبر چُوں قولِ او افعال او
ہم بیانِ او گواہ حالِ او
مُلک معنی جمع در فرمانِ او
ہم بکسب وہم بمیراث آنِ او [۹۰]

ہندوستان کے مشائخ میں شاید سب سے پہلے آپ تھے، جنھیں شیخ ابنِ عربی کے نظریوں اور تصانیف کے متعلق اطلاع ملی۔ مشہور شاعر عراقی جو شیخ صدرالدین کے بہنوئی تھے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدِ خاص۔ جب عراقی ملتان سے بلادِ رُوم کو واپس گئے تو (ایشیائے کوچک کے) مشہور شہر قونیہ میں ان کی ملاقات شیخ محی الدین ابنِ عربی کے مشہور خلیفہ شیخ صدرالدین قونوی سے ہوئی اور ایک عرصہ ان کی صحبت میں گزارا۔ عراقی نے وہیں فصوص الحکم کا مطالعہ کیا اور اس سے متاثر ہو کر لمعات لکھیا اِن دنوں عراقی کی شیخ صدرالدین سے خط و کتابت تھی۔ چنانچہ انھوں نے قونیہ سے یہ تفصیلات شیخ کو ایک خطہ میں لکھیں۔ سیر العارفین میں شیخ جمالی لکھتے ہیں:

"وعراقی از آنجا در رُوم رسید و در شہر قونیہ در آمد و آنجا د شیخ صدرالدین قونوی خلیفہ حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی قدس سرہ بود چندہ در صحبتِ ایشاں مے گزرانید و نسخہ لمعات در قونیہ تصنیف کرد واز اں جا کتابے متضمن کلمات و نکات عرفان بجانب حضرت سلطان العار فین شیخ صدرالدین عارف پسرِ بزرگ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نوشتہ است کہ مارا الان بہ صُوفی صحبتے اُفتادہ است کہ کلماتش این است۔ معلوم نیست کہ حضرت ایشاں چہ جواب نو شتند" [۹۱]

شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ

۱۳۰۹ء میں شیخ صدرالدینؒ کی وفات ہوئی اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین ابوالفتح ان کے جانشین بہاء الدین زکریا کے براہِ راست مرید اور اس کے

علاوہ اپنے والد کے خلیفہ تھے۔ اپنے زمانے میں آپ کو بڑا عروج ہُوا۔ سلطان علاء الدین خلجی آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس کی زندگی میں آپ دو دفعہ دہلی آئے۔ بادشاہ نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کیے۔ آپ نے وہ رقم لے کر مستحقین میں تقسیم کر دی۔ سلطان علاء الدین کا بیٹا قطب الدین خلجی حضرت سلطان المشائخ کے خلاف تھا۔ اس نے شیخ رُکن الدین کو مُلتان سے بُلایا۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت سلطان المشائخ کے مقابلے میں ایک اور بارگاہ دہلی میں قائم ہوتا کہ حضرت کا اثر و رسُوخ کم ہو۔ لیکن شیخ رُکن الدین اور سُلطان المشائخ اس تپاک و محبت سے ایک دوسرے کو ملے اور ان کا سلوک اتنا دوستانہ رہا کہ بادشاہ کے سب منصُوبے خاک میں مِل گئے۔ سلطان المشائخ شیخ کے استقبال کو اپنی اقامت گاہ سے نکل کر حوضِ علائی تک گئے۔ اور سب سے پہلے ان سے جا کر ملے۔ جب اس کے بعد بادشاہ نے شیخ رکن الدین سے پُوچھا کہ اہلِ شہر میں سب سے پہلے کِس نے آپ کا استقبال کیا ہے۔ تو آپ نے سلطان المشائخ کی نسبت اشارہ کرکے فرمایا:

کسیکہ بہترین اہلِ شہر است!" اس کے بعد آپ کی اور سُلطان المشائخ کی بڑی پُر لطف صحبتیں رہیں جن میں مذہب' تصّوف اور تاریخ کے دلچسپ نکتے حل ہوتے رہے۔ [۹۲]

سیر العارفین میں ضیاء الدین برنی کے حوالے سے نقل ہُوا ہے کہ جب بنگالہ سے واپسی پر سلطان غیاث الدین تغلق کی اس کے بیٹے جونا خاں (محمدؒ تغلق) نے نوتعمیر چوبیں محل میں ضیافت کی تو آپ بھی موجود تھے۔ کھانا ابھی پُوری طرح ختم نہ ہُوا تھا کہ آپ نے بادشاہ سے کہا کہ جلدی باہر نکلو۔ بادشاہ نے کہا کہ کھانا ختم کر کے آتا ہوں۔ آپ باہر نِکل آئے۔ لیکن بادشاہ نے آپ کے ارشاد پر فوراً عمل نہ کیا۔ اتنے

میں چھت گری اور بادشاہ دب کر مر گیا۔ جب حضرت سُلطان المشائخ نے اِنتقال کیا تو آپ دہلی میں تھے اور نمازِ جنازہ آپ نے ادا کرائی۔ [۹۳]

سلطان محمدؒ بن تغلق بھی آپ کا قائل تھا۔ جب کشلو خان نے سلطان کے خلاف بغاوت کی اور سلطان نے اسے شکست دے کر حکم دیا کہ اہلِ مُلتان کے خون سے نہریں بہا دو۔ اور قاضئ شہر کریم الدین کی کھال کھچوا دی تو شیخ رُکن عالم ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس گئے اور اہلِ شہر کی سفارش کر کے ان کی جانیں بچائیں (تاریخ معصومی) عصامی اس واقعہ کی نسبت لکھتا ہے۔

ابوالفتح شیخِ زماں رُکنِ دیں
مگر بُد دراں ہفتہ عزلت گزیں
چو بشنید درشہر طوفانِ خوں
برہنہ سر و پابے آمد بروں
کشادہ زبانِ شفاعت گری
ہمے گفت شاہا جہاں پروری
بسے خوں فشاندی دریں بوم و بر
زتیغت گر فتہ جہاں خونِ تر
بر اہلِ گُنہ ' نزدِ اہلِ صفا
پسندیدہ تر ہست عفو از جزا
کنوں دست دارا ز سیاست گری
چو شد نوبتِ عفو و رحم آوری

چو بشنید آں شاہِ آفاق گیر
شداز شیخ مشفق شفاعت پذیر
کبیرِ نکو نام راگفت شاہ
کہ دارند دستے ز اہلِ گناہ
ببرّند بندِ اسیراں تمام
زار ند مُرغانِ عاجز زدام [۹۴]

آپ کا مزار قلعہ ملتان کے اندر ایک بڑے عالیشان مقبرے میں ہے۔ اصل میں یہ روضہ غیاث الدین تغلق نے (شیخ بہاء الدین زکریّاؒ کے قریب دفن ہونے کی آرزو میں) اپنے لیے تعمیر کرایا تھا۔ لیکن اس نے دہلی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہُوا۔ اس کے بیٹے سلطان محمدؒ بن تغلق نے یہ روضہ شیخ رکن عالم کی تدفین کے لیے دیا۔ اس روضے کی بلندی سو فٹ کے قریب ہے۔ لیکن چونکہ اس کی بُنیاد ہی پچاس فٹ کے قریب بلند ہے، اس لیے عمارت بہت اونچی ہوگئی ہے۔ اور تیس تیس میل سے صاف نظر آتی ہے۔

بالجملہ یہ کہنا صحیح ہے کہ خاندانِ خلجی اور خاندانِ غلاماں کے عہدِ حکومت میں سہروردیوں کا اثر ورسُوخ چشتیوں سے کم نہ تھا۔ اور بالخصوص سلطان علاء الدین خلجی، سلطان غیاث الدین تغلق اور سلطان محمدؒ تغلق جس حد تک شیخ رکن الدین کا پاسِ ادب کرتے تھے، اتنا انھوں نے کسی اَور شیخ حتٰی کہ حضرت سلطان المشائخ کا بھی نہیں کیا۔ شیخ رکن العالم نے یہ اثر خلقِ خدا کو فائدہ پہنچانے کی خاطر استعمال کیا۔ مثلاً جب آپ سلطان علاء الدین خلجی کے عہدِ حکومت میں دہلی تشریف لائے تو جس روز آپ آئے اس روز بادشاہ نے دو لاکھ تنکے آپ کی نظر کیے اور پھر جب آپ دہلی سے رخصت

ہونے لگے تو پانچ لاکھ تنکہ دیا۔ آپ کو یہ رقمیں جس جس روز ملیں اُسی روز آپ نے خلقِ خُدا میں تقسیم کر دیں۔[۹۵]

اِسی طرح سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ رکن العالم ڈولے میں سوار ہو کر حضرت سلطان المشائخ کی ملاقات کے لیے آئے اور مصنف کے والد ڈولے میں شیخ کے لیے کھانا رکھنے لگے تو ڈولے میں ہر طرف کاغذ ہی کاغذ پڑے ہوئے تھے۔ مصنف کے والد نے انھیں ایک طرف کر کے کھانا رکھنے کے لیے جگہ نکالنی چاہی تو شیخ رکن العالم نے حضرت سلطان المشائخ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: آپ کو معلوم ہے یہ کاغذات کیسے ہیں۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ یہ حاجت مندوں کی عرضیاں ہیں، جو وہ مجھے اس لیے دے دیتے ہیں تاکہ میں بادشاہ تک پہنچاؤں، لیکن انھیں کیا معلوم کہ میں آج کس بادشاہ کے پاس جا رہا ہوں![۹۶]

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ ان سب عرضیوں کے ساتھ جو ضرورت مند آپ کے تختِ رواں پر ڈال دیتے بادشاہ کے پاس پہنچتے اور ایک خادم کو ہدایت کرتے کہ یہ عرضیاں بادشاہ کے سامنے رکھے۔ چنانچہ بادشاہ یہ سب عرضیاں آپ کی موجودگی میں پڑھواتا۔ ہر عرضی پر حکم لکھواتا اور جب تک لوگوں کی مطلب برآری نہ ہو جاتی آپ وہاں سے نہ ہلتے۔ تاریخ فیروز شاہی میں آپ اور آپ کے خاندان کی نسبت ضیاء الدین برنی لکھتا ہے:۔

ہمچناں در تمامی عصر علائی شیخ رکن الدین
کہ شیخ بن شیخ بن شیخ بود
بر سجادہ شیخ صدرالدین و شیخ بہاءالدین در ملتان مستقیم بود و کدام

زرف و بزرگی وجلالت ومنقبت ازاں بہتر ازاں بالاتر بود کہ

پدرِاوصدرالدین وجدِ اوشیخ بہاءالدین زکریاباشدودرہم عہدِ

علائی شیخ رکن الدین دادِطریقت مشائخ میدادوحق تکمیل مرید

ان می گزاشت وسجادۂ پدروجدرامنورمیداشت وتمامی اہالئے

دریاے سندھ از ملتان واچہ وفرودتر ومریلہ بآستان متبرک شیخ

الدین قدس سرہ العزیزتشبنت وتعلق نمودہ بُودندو چندیں علما از

شہرودیارِ ہندمریدان خدمت اوشدہ ودرکشف وکرامت شیخ

رکن الدین کسے راشبہے وشکّے نماندہ بودومآثر خاندان بزرگوار

اواز وصف بیرون است و شیخ بہاء الدین زکریا رادرمیان

سالکان وخداطلبانِ "بازسپید"گفتندے اعنی ہہ خودرابجناح او بہ

بندد بخدارسدوشیخ الاسلام صدرالدین بااوصاف کمال وتکمیل

سخاوت درغایت افراط داشت دباچنداں مال کہ خدمت اورا

ازمیراثِ پدررسیدازوفوراعطاآں بزرگ رابیشتر ایام درقرض

گذشتے [۹۷]

شیخ رکن الدین کی وفات ۱۳۳۴ء میں ہوئی۔ سیر العارفین میں

لِکھا ہے کہ وفات سے تین ماہ پہلے آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر

لی تھی۔ فقط نماز کے لیے حُجرہ سے باہرآتے۔ بالآخر ۱۶ رجب کو

نمازِ عصر کے بعد آپ نے اپنے خادمِ خاص کو حُجرہ میں بُلا کر کہا
کہ ہماری تجہیز و تکفین کا انتظام کر لو۔ اس روز نمازِ مغرب کے
لیے آپ حجرہ سے باہر نہیں آئے بلکہ امام کو بُلا کر حُجرے کے اندر
ہی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے نوافل کے لیے سر سجدہ میں
رکھا اور اسی حالت میں جان بحق تسلیم کی۔[۹۸]

آپ کی اولاد کوئی نہ تھی۔ آپ کا فیض آپ کے خلفاے عظام نے جاری رکھا اور سچ تو یہ ہے کہ آپ کی وفات کے ساتھ ملتان کے پیرانِ عظام کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور مغربی پنجاب اور سندھ کا روحانی مرکز ملتان سے اچہ میں منتقل ہو گیا۔ جہاں پہلے آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مخدوم جہانیاں اور ان کے بھائی سیّد راجو قتال، اور پھر قادری بزرگوں نے ارشاد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں۔

آپ کے خلفا میں سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے علاوہ شیخ وجیہ الدین عثمان سیّاح سنامی قابلِ ذکر ہیں۔ موخر الذکر ان قابلِ عزت ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے محسن کُش خسرو خاں کی اشرفیاں لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ شیخ رُکن الدین ابوالفتح کے ایک اور نامور مُرید حاکم شاہ تھے، جو پہلے کچ مکران کے گورنر تھے بعد میں دُنیا ترک کر دی۔ اور شیخ سے خرقہ حاصل کرنے کے بعد اچہ اور سکھر کے درمیانی علاقے میں ارشاد و ہدایت تبلیغِ اسلام پر مامور ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۳٦۸ء میں ہوئی۔ مزار شریف ریاست بہاول پور میں ہے۔[۹۹]

حضرت بہاءالدین زکریا کے چند خلفاء کا تعارف

حضرت شیخ فخرالدین عراقی

آپ کا پورا نام شیخ فخرالدین ابراہیم ہے۔تاریخ گزیدہ میں آپ کے والد بزرگوار کا نام بزرچہر بن عبدالغفار الجوالقی ہے۔مگر سیر العارفین مخزن الغرائب ،تذکرہ دولت شاہ اور مراۃ الخیال میں ''شہریار'' ملتا ہے۔سیر العارفین میں مرقوم ہے کہ حضرت عراقی حضرت غوث بہاؤالحق زکریا کے بھانجے تھے۔بعض تذکروں میں آیا ہے کہ آپ حضرت شہاب الدین سہروردی کے بھانجے تھے۔ہمدان کے نواح مریہ کمجان (با کونجان) میں پیدا ہوئے۔سترہ سال کی عمر میں ہمدان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ہمدان سے بغداد آئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہ کر روحانی فیض حاصل کیا اور ان سے بیعت ہوئے۔حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کو عراقی تخلص عطا کیا۔ہندوستان حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے پاس جانے کا حکم دیا۔یہاں پہنچ کر حضرت غوث العالم سے روحانی فیض سے مالا مال ہوئے۔

دوسری روایت کے مطابق تعلیم سے فارغ ہو کر ہمدان کے مدرسہ میں درس دینے لگے۔کسی دن وہاں قلندروں کی ایک جماعت پہنچی۔حضرت شیخ فخرالدین نے درویشوں کی دعوت کی۔ان میں سے ایک شخص بڑا حسین وجمیل تھا۔اس لڑکے پر نظر پڑی تو بیتاب ہو گئے اور صبر ہاتھ سے جاتا رہا۔دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔قلندروں کے ساتھ ہمدان سے چل کھڑے ہوئے۔جب سیر وسیاحت کرتے ہوئے ملتان آئے تو قلندروں کے ساتھ حضرت غوث العالم کی خانقاہ میں قیام کیا

حضرت غوث العالم کی نظر ان پر پڑی تو عراقی کو پہچان لیا لیکن کچھ ظاہر نہ کیا۔ شیخ فخر الدین نے بھی کشش محسوس کی ۔ پھر قلندروں کے ساتھ ملتان سے روانہ ہوئے اور دہلی سے ہوتے ہوئے سومنات کی طرف چلے ۔ راستہ میں سخت آندھی آئی جس کی وجہ سے سب ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ۔ شیخ عراقی ساتھیوں سے الگ ہو گئے اور ادھر ادھر پھرتے رہے ۔ بالآخر ملتان آئے ۔ حضرت غوث العالم آپ کو اپنی خلوت میں لے گئے ۔ جہاں شیخ عراقی دس روز تک چلہ میں بیٹھے رہے ۔[۱۰۰]

آخر حضرت غوث العالم نے آپ کو باہر بلا ۔ باہر مرشد کے قدموں پر سر رکھ کر دیر تک روتے رہے ۔ مرشد نے آپ کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا ۔ شیخ عراقی نے اسی وقت غزل کہی جس کا مطلع یہ ہے:

در کوئے خرابات کسے را کہ نیاز است
ہوشیاری و مستیش ہمہ عین نماز است

"جسے خرابات کے کوچہ میں نیاز حاصل ہے اس کی مستی و ہوشیاری سب نماز میں شامل ہے"

مرشد نے اسی وقت خرقہ اتار کر آپ کو پہنایا اور اپنی صاحبزادی ان کے نکاح میں دی ۔ اس کے بعد 25 سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہے ۔ آپ کو فرزند ہوا جس کا نام شیخ کبیر الدین رکھا گیا ۔ حضرت غوث العالم کی وفات کے بعد حج کے ارادہ سے ملتان سے روانہ ہوئے ۔ مست و سرشار مکہ معظمہ پہنچے ۔ احرام باندھتے وقت ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا:

اے جلالت فرش عزت جاوداں انداختہ
گوئے درمیدان وحدت کامراں انداختہ

''اے کہ تیرے جلال نے عزت کا فرش جاوداں بچھا رکھا ہے

اور وحدت کے میدان میں کامیابی سے گیند ڈال رکھی ہے''

مدینہ منورہ پہنچے تو آپ پر جاودانی کیفیت طاری ہوگئی اور ایک رات میں پانچ قصیدے لکھے ان میں سے ایک قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

عاشقاں چوں بر در دل حلقہ سودا زنند

آتش سودائے جاناں در دل شیدازنند [۱۰۱]

''عشق جب دل کے دروازے پر جنون کا کنڈا لگا دیتا ہے تو

محبوب کے جنون کی آگ شیدا کے دل میں لگا دیتے ہیں''

مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد روم پہنچے اور شہر قونیہ میں آئے۔ وہاں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت شیخ صدرالدین سے ملے اور کچھ عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے۔ اس کی صحبت میں ابن عربی کی مشہور کتاب ''فصوص الحکم'' کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد تصوف میں ''لمعات'' نامی کتاب لکھی جو فصوص کی طرز پر ہے اور اس میں بھی فصوص کی طرح اٹھائیس لمعے (فصلیں) ہیں۔ کتاب ''لمعات بھی صوفیائے کرام کے یہاں مقبول رہی۔ مُلا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے ''اشعۃ اللمعات'' کے نام سے اور مولانا صائن الدین علی ترکہ اصفہانی نے ''فنو اللمعات' کے نام سے اس کی شرحیں لکھیں۔ ان کے علاوہ صدر خاوری نے بھی اس کی شرح لکھی۔

اس کے بعد حضرت عراقی روم، شام، مصر وغیرہ کی سیاحت کرتے رہے۔ ہر جگہ آپ کو بڑی عزت ملی اور امراء اور حکمرانوں نے آپ کی قدر افزائی کی۔ آخری عمر

میں کچھ عرصہ مصر میں رہنے کے بعد دمشق آئے۔ یہاں ان کے چھ ماہ قیام کرنے کے بعد ان کے فرزند شیخ کبیرالدین ملتان سے ملنے آئے۔ بیٹے کے آنے کے کچھ دنوں بعد وفات کی۔ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ مے خانہ اور نفحات الانس میں سنہ 688ھ ہے۔ تاریخ گزیدہ میں 686ھ ہے اور تذکرہ دولت شاہی میں 709ھ ہے لیکن 688(1389ء) صحیح معلوم ہوتی ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 88 سال تھی۔ آپ کا مزار شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار کے پیچھے دمشق میں محلّہ صالحیہ میں ہے۔ آپ کے فرزند کبیرالدین کا مزار بھی آپ کی قبر کے پہلو میں ہے۔

آپ کی تصانیف میں ''لمعات'' کے علاوہ ایک مثنوی اور ایک دیوان ہے۔ ''لمعات'' اور دیوان شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے شعر کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

بیا دیدہ تا یک دم بگریم
نیم چوں خوش دل وخرم بگریم
گہے از درد بے درماں بنالیم
گہے از زخم مرہم بگریم
نہ شد جاں محرم اسرار جاناں
براں محروم نامحرم بگریم
عراقی راکنوں ماتم بداریم
براں مسکین دریں ماتم بگریم
چہ کی دم کر دلم از فراق خون کردی
چہ اوفتاد کہ درد دلم فزوں کردی
حدیث وفا و وصال می گفتی

چہ عاشق تو شدم قصہ بازگوں کر دی
بہ سوختی دل وجانم گداختی جگرم
بہ آتش غمت از بسکہ آزموں کدی
سیاہ روئے دو عالم شدم کرو رحم فقر
گلیم بخت عراقی سیاہ گوں کردی [۱۰۲]

شیخ صدرالدین احمد بن نجم الدین سید حسنی

المعروف بہ شیخ امیر حسنی رسالہ مزارات ہرات اور نفحات الانس میں آپ کا نام حسین بن عالم بن ابی الحسین، تذکرۃ دولت شاہی میں حسین بن عالم بن الحسن الحسینی تاریخ فرشتہ میں صرف امید حسینی بن نجم الدین شاہ اور سیر العارفین میں صدرالدین احمد بن نجم الدین آیا ہے۔آپ غور کے ایک گاؤں "کریوہ" کے رہنے والے تھے۔ بعد میں ہرات میں سکونت پذیر ہو گئے۔ تجارت کی غرض سے اپنے والد کے ساتھ ملتان آ گئے۔ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں آئے لیکن بوجہ زعم علم وکمال مرید نہ ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد اچانک دنیا ترک کر دی اور ملتان میں آ کر حضرت کے مرید ہو گئے انہوں نے ایک سال تک ملتان میں رہ کر ریاضت شاقہ کیں اور حضرت کی صحبت میں رہ کر صاحب کمال ہوئے۔آپ کی وفات کی تاریخ نفحات الانس میں 16 شوال 718ھ (1319ء) آئی ہے لیکن تذکرۃ دولت شاہی میں سال وفات 719ھ ہے۔ مزار مصرخ (ہرات) میں ہے۔آپ کی تصنیف میں مندرجہ ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں:

1۔نزہۃ الارواح 2۔طرب المجالس 3۔صراط المستقیم 4۔الارواح
5۔زادالمسافرین 6۔کنز الرموز 7۔کنز السالکین 8 سوالات گلشن راز

9۔ گنج نامہ الٰہی 10 ۔دیوان[۱۰۳]

پیر موسیٰ نواب

حضرت غوث بہاؤالحق زکریا کے چچا زاد بھائی تھے ۔آپ کے والد محترم بزرگوار جو کوٹ کروڑ میں رہتے تھے۔ سنہ 589ھ(1193ء) میں ان کی وفات ہوئے اور کوٹ کروڑ میں مدفون ہوئے ۔سنہ 584ھ(1188ء) میں کوٹ کروڑ میں حضرت موسیٰ نواب کی ولادت ہوئی ۔دینی تعلیم مولانا نصیرالدین بلخی سے حاصل کی ۔فارغ التحصیل ہونے کے بعد کوٹ کروڑ میں درس دینے لگے ۔اس دوران آپ کی بہن کی شادی حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی سے ہوئی ۔کچھ عرصہ کے بعد آپ ملتان آئے اور حضرت زکریا کے مرید ہوئے ۔تقریباً تین سال اپنے مرشد کے ہاں فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے ۔دریں اثناء اپنے مرشد کے مویشی چرانے کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ حضرت غوث آپ سے اتنے خوش ہوئے کہ آپ کو نواب الاولیاء کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور بیعت کرنے کی اجازت بھی اور ولایت سندھ پر رشد وہدایت عام کرنے کے لیے مامور فرمایا جب کروڑ میں یہ خبر پہنچی تو آپ کے بھائی راول دریا بھی ملتان آئے اور اپنے بھائی حضرت موسیٰ نواب کی بیعت کر لی۔

اپنے مرشد حضرت زکریا کے ارشاد کے مطابق حضرت موسیٰ نواب اپنے بھائی مخدوم راول دریا المعروف بہ حاجی محمد شاہ اور مریدوں کے ساتھ ''سیوراہی'' کے طرف روانہ ہوئے سفر کے دوران ہر جگہ کئی لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور کئی قوموں نے آپ کے دست حق پرست اسلام قبول کیا مندرجہ ذیل قومیں آپ سے مستفیض ہوئیں۔

راہوڑی (مظفر گڑھ)' تریچڑی و (علی پور و سیتپور) گورمانی' لنجوانی' چوہان اور گوپانگ (راجن پور و جام پور کھور' کمہار' موچی' لاڑ' چانڈیہ (پکالاڑاں وظاہر پیر)' جتوئی' ہلیلی بلوچ' چاکی (خانپور کا علاقہ نیل گڑھ) چاچڑ (ضلع رحیم یار خان موضع ڈھوراسر بھوری) سپل (خانپور' چاچاچڑاں)' کانجو (علاقہ کھڈائی' تاج گڑھ) سانگی موضوع دڑی سانگی) موہانہ' موچی ماڑ یچہ' کھوسہ (آدم صحابی) بھیٹ (موضوع لاکڑ والی)' درند (ولہار)' آڈھوچہ (آدم پور' کوٹ سنجر خان' ترہلی' چوہان ڈھڑ' ولانہ' شر کوش' کپڑا' بھارہ (ضلع رحیم یار خان) وغیرہ" آپ کے ہاتھ پر جو قومیں مسلمان ہوئیں' ان میں سے قوم چھان' بھارہ اور انڈھڑ قابل ذکر ہیں۔

آخر آپ نے سرواہی میں پہنچ کر یہاں مستقل قیام کیا اور گرد و نواح کے لوگوں کو فیوض و برکات سے نواز آپ کا دستور تھا مانگھ' پھگن اور چیت کے مہینوں میں سندھ کا دورہ کرتے تھے اور ساون کے مہینے میں راجستھان جاتے تھے ایک مرتبہ راجستھان کے علاقہ کے دورہ پر تھے کہ انڈھڑ قوم کے سردار'' میاں جیو'' آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ سے اتنے متاثر ہوئے کہ بیعت ہوئے اور سہروردی سلسلہ میں داخل ہوئے جب حضرت موسیٰ نواب سیوراہی کے طرف روانہ ہوئے تو ''میاں جیو'' بھی اپنے خاندان کے ساتھ سیوراہی آئے اس کے بعد اس خاندان نے دریائے سندھ کے کنارے رہائش اختیار کی اور اس آبادی کا نام ''بھنگ'' مشہور ہوگیا کچھ عرصہ کے بعد حکومت سندھ نے میاں جیو کو علاقہ سیوراہی میں جاگیر دی ''بھنگ'' کی مشہور خوبصورت مسجد غازی خان انڈھڑ کی تعمیر کردہ ہے جو ''میاں جیو'' کی اولاد میں سے تھے۔

''میاں جیو'' کے چھوٹے بھائی شیخ احمد بھی حضرت نواب الاولیاء کے مرید

اور خلیفہ تھے ان کی اولاد میں سے کئی عالم اور بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے سندھ میں سکونت اختیار کی ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں۔

خضر سلطان' ہوندہ سلطان' اور دائم سلطان' ان کا مزار ییں چیچڑا شریف عرف بگا شیر (تحصیل پنوں عاقل' سکھر' سندھ) میں واقع ہے۔

حضرت نواب الاولیاء کے سیوراہی میں قیام کے دوران حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی اپنے دوستوں حضرت قلندر شہباز سیوھانی' بابا فرید گنج شکر اور سید جلال سرخ بخاری کے ساتھ سندھ جاتے ہوئے سیوراہی میں منزل انداز ہوئے کچھ دن یہاں رہنے کے بعد سندھ کی طرف روانہ ہو گئے حضرت نواب الاولیاء نے ان کی رہائش کی یادگار کے طور پر مسجد تعمیر کروائی جو مسجد ''چار یار'' کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت نواب الاولیاء تمام عمر مجرد رہے ۶۵۰ ذوالحج ۶۶۷ھ (۱۲۶۹ء) میں فوت ہوئے اور سیوراہی میں موفون ہوئے آپ کے بھائی مخدوم راول دریا نے آپ کی ہی زندگی ۶۵۷ھ (۱۲۵۹ء) میں وفات پائی۔ اس لئے آپ کے بھتیجے اور مخدوم راول دریا کے فرزند حضرت پیر محمد اسماعیل آپ کے سجادہ نشین ہوئے جنھوں نے ۴۷ سال کی عمر میں ۲۴ رمضان ۷۱۱ھ (۱۳۱۱ء) کو وفات پائی آپ کے خلیفہ ''شیخ احمد انڈھڑ'' کی اولاد میں سے کئی عالم' فاضل اور بزرگ ہوئے' ان میں سے چند یہ ہیں۔ [۱۰۴]

میاں محمد مستقیم عرف بگوشیر:

حضرت محمد حسین شہید کی اولاد میں سے تھے جو بہت بڑے بزرگ ہو گزرے ہیں اور ''حضوری'' لقب سے مشہور تھے حضرت محمد حسین شیخ احمد انڈھڑ کی اولاد میں سے تھے درگاہ بگوشیر تحصیل پنوں (ضلع سکھر' سندھ) میں ہے جہاں بگوشیر کی مزار کے علاوہ

قبرستان میں اس خاندان کے دوسرے بزرگوں کی مزاریں بھی ہیں۔

مولانا محمد جامی:

یہ بزرگ بھی انڈھڑ خاندان کے فرد تھے عالم' فاضل اور بزرگ تھے کئی لوگوں نے آپ سے علمی اور روحانی فیض حاصل کیا آپ کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل بزرگوں کے نام قابل ذکر ہیں۔

''مولانا محمد ابراہیم سرحدی' میاں محکم الدین' میاں محمد جمال الدین' مولانا شمس الدین' مولانا محمد ابوبکر' مولانا محمد ابراہیم سرحدی کے شاگردوں میں سے مولانا نذر محمد انڈھڑ بڑے عالم اور بزرگ ہوگزرے ہیں انہوں نے تقریباً ۳۵ سال قبل وفات کی مولانا عبدالرزاق ڈھر (خطیب مسجد بھنگ) اور رئیس غازی خان (جس نے بھنگ کی مسجد تعمیر کروائی) آپ کے شاگرد تھے مولانا محمد جامی نے سندھ کے نامور معماروں کو ساتھ لے کر حضرت موسیٰ نواب کے مقبرہ کی نئی تعمیر کروائی مولانا جامی کی درگاہ شکارپور (سندھ) کے قریب ہے اور ''جامی جاقبا'' کے نام سے مشہور ہے۔

خواجہ حسن افغان:

حضرت غوث بہاؤالحق زکریا کے مرید تھے حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ وہ صاحب ولایت اور بہت بڑے بزرگ تھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں آپ کا تذکرہ کیا ہے مولانا جامی نے سیر العارفین میں لکھا ہے کہ وہ سلیمان کے دامن کے باشندے تھے خواجہ نعمت اللہ ہروی نے ''مخزن افغانی'' میں لکھا ہے کہ خجند کا رہنے والا تھا لیکن [illegible] مشہور ہوگیا خواجہ نعمت اللہ نے یہ بھی لکھا ہے آپ افغان نہیں تھے سید تھے حضرت غوث العالم کے مرید ہونے کے بعد کچھ عرصہ ملتان میں رہ کر ریاضتیں اور مجاہدے کیے جب

ولایت کے مرتبہ کو پہنچے تو حضرت غوث العالم نے آپ کو حکم دیا کہ افغان قوم میں جا کر رشد و ہدایت کی شمع روشن کرو اس حکم کے مطابق غرغشیوں کی قوم میں آ کر رہے اور زندگی بھر مخلوق خدا کو احکام خداوندی کی طرف دعوت دیتے رہے شیخ حسن افغان نے سنہ ۶۸۹ھ (۱۲۹۰ء) میں وفات پائی اور ملتان میں اپنے پیر کے روضہ کے پاس مدفون ہوئے۔[۱۰۵]

مخدوم شیخ حمیدالدین حکام قریشی ہکاری:

آپ کا شجرہ نسب حضرت ابوسفیان بن حارث، صحابی رسول ﷺ سے اس طرح ملتا ہے:

''شیخ حمیدالدین بن سلطان بہاؤالدین بن قطب الدین بن
رشیدالدین بن ابوعلی بن شیخ موسیٰ بن ابوطاہر بن ابراہیم ابوالحسن
علی ہاشمی ہکاری بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف محمد عمر بن
شیخ عبدالوہاب بن حضرت زہد بن ابوسفیان لقب زید بن
الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمنان''

آپ کا بزرگوار قطب الدین مکران کا بادشاہ تھا اور ان کا نانا سید احمد لاہور کے بزرگ تھے مخدوم شیخ حمیدالدین کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ھ (۱۱۷۴ء) کو ہوئی آپ نے سلطنت ظاہری ترک کر دی راہ فقر اختیار کی مرشد کی تلاش میں لاہور آئے اور اپنے نانا سید احمو توختہ ترمذی کی خدمت میں پہنچے اور کچھ عرصہ مجاہدات اور ریاضات میں مشغول ہوئے حضرت شیخ ترمذی نے آپ کو خرقہ خلافت کا سلسلہ شناریہ سے نوازا اور فرمایا کہ آپ کو روحانی فیض کا باقی حصہ خاندان سہروردیہ سے ملے گا مرشد کی وفات کے بعد بغداد گئے اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے روحانی

فیض حاصل کیا انہوں نے آپ کو ملتان جانے کا حکم دیا بغداد سے ملتان آرہے تھے کہ راستہ میں قلعہ مومبارک آیا یہ ایک پر فضا مقام تھا آپ کو پسند آ گیا اور قلعہ کے ایک گوشہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

جب چنگیز خان نے مکران پر حملہ کیا تو آپ کے بھائی شیخ رکن الدین حاتم اپنی والدہ اور عم شیخ تاج الدین احمد کے ہمراہ مئومبارک آئے ان کے آنے کے بعد حضرت شیخ حمید الدین ملتان گئے اور حضرت شیخ العالم کی صحبت میں رہے اور آپ سے کسب فیض کیا حضرت غوث العالم نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا اور اپنی بیٹی فاطمہ بی بی آپ کے عقد میں دیدی بعد ازاں آپ معہ اپنی زوجہ محترمہ مئومبارک واپس آئے آپ نے بڑی طویل عمر پائی آپ کی عمر جب ۷۹ سال تھی کہ شاہ رکن عالم تولد ہوئے حضرت رکن عالم کے ساتھ آپ کی بڑی عقیدت تھی ان سے بیعت ہوئے حضرت رکن عالم نے بھی آپ کی زندگی میں وفات پائی آپ ۱۶۷ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول سنہ ۷۳۷ھ (۱۳۳۶ء) کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے بے شمار لوگ آپ کے روحانی فیض سے مستفیض ہوئے ایک روایت کے مطابق ۲۲ لاکھ افراد بیعت ہوئے ان میں سے تین لاکھ ہندو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کی مزار مئومبارک میں مرجع خاص و عام ہے۔[۱۰۶]

شیخ عبدالجلیل المعروف بہ قطب العالم چوہڑ بندگی:

آپ کا شجرہ نسب چار واسطوں سے ساتھ شیخ حمید الدین حاکم سے ملتا ہے شجرہ نسب اس طرح ہے:

''شیخ عبدالجلیل بن ابوالفتح بن عبدالعزیز بن شہاب الدین بن نور الدین بن حمید الدین'' ''چوہڑ'' کی معنی ہے شکار کو تدبیر سے قابو میں لانا چونکہ آپ نے اپنے

نفس کو مجاہدہ و ریاضت سے اپنے قبضے میں کیا تھا اس لئے ''چوہڑ'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی ولادت مئو مبارک (ضلعی رحیم یار خان) میں ہوئی اپنے والد بزرگوار سے روحانی فیض حاصل کیا سلطان بہاول لودھی (۱۴۵۱ء۔۱۴۸۹ء) کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی دور دراز ملکوں کی سیاحت کی کئی بزرگوں سے فیض حاصل کیا پنجاب کے علاوہ سندھ کے لوگ بھی آپ کے مرید تھے آپ کے یہاں سماع کی محفلیں بھی منعقد ہوا کرتی تھیں سندھی ذاکران سماع کی محفلوں میں سندھی ابیات بھی پڑھتے تھے۔

قریباً ۸۸۰ھ (۱۴۷۵ء) میں بزرگ نے لاہور میں آ کر سکونت اختیار کی ۹۱۰ھ (۱۵۰۴ء) میں فوت ہوئے اور لاہور میں مدفون ہوئے آپ کی تصانیف میں ''رسالہ مسائل شریعت وطریقت'' اور ''رسالہ جلیلہ'' کے نام ملتے ہیں آپ کے بھائی جلال الدین ابوبکر نے آپ کے احوال کے متعلق ''تذکرہ قطبیہ'' نامی کتاب لکھی آپ کی اولاد میں سے بھی کئی بزرگ گزرے ہیں ان میں سے شیخ کرم شاہ قریشی لاہوری کا نام قابل ذکر ہے۔

شیخ جمال الدین ابوبکر:

حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے بھائی تھے آپ نے سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں ''مئو'' سے نقل مکانی کر کے آگرہ میں اقامت اختیار کر لی اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا عالم، فاضل، عابد اور زاہد تھے شیر شاہ سوری کے زمانہ میں سنہ ۱۵۴۵ء میں فوت ہوئے آگرہ کے اطراف میں ''جوگی پورہ'' میں دفن ہوئے آپ کی کتابوں کے نام ملتے ہیں (۱) وصایا امام محمد کی شرح (۲) اصول بزوری کی شرح (۳) تذکرہ کتبیہ۔

شیخ علم الدین:

حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے خلیفہ تھے عابد اور زاہد تھے اپنے مرشد کے کپڑے دھونے کی **خدمت** ان کے سپرد تھی روحانی منازل کی تکمیل کے بعد مرشد کے حکم نے قصبہ چونیاں کی طرف مامور ہوئے اور تمام عمر وہاں ہدایت خلق میں مصروف رہے سنہ ۹۱۶ھ (۱۵۱۰ء) میں وفات پائی۔

شیخ موسیٰ آہنگر:

پہلے شیخ شہراللہ ملتانی کے مرید تھے بعد میں لاہور آ کر شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سے روحانی فیض حاصل کر خرقہ خلافت پائی۔ آہنگری کا کام کرتے تھے آپ کے والد کا نام سلطان عرب بن سید شمس الدین تھا آپ کا شجرہ نسب امام باقر بن امام زین العابدین سے ملتا ہے ۲۷ رجب ۸۴۱ھ (۱۴۳۷ء) میں نواحی ملتان میں پیدا ہوئے تعلیم اور تربیت کے بعد لاہور میں ارشاد و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا ۱۸ صفر ۹۶۲ھ (۱۵۵۴ء) میں فوت ہوئے آپ کی مزار لاہور میں قلعہ گوجر سنگھ سے متصل ہے آپ کے خلفاء کے نام یہ ہیں۔

میر ہاشم شاہ بخاری، حاجی اسحاق سندھی، شیخ موہری، مخدوم علم الدین بن عبدالسلام کھوکھر، شاہ نور، شاہ رزاق اللہ بنیانی وغیرہ۔

پیر عمر سہروردی

سندھ کے باشندے تھے۔ملتان جا کر حضرت غوث العالم حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید ہوئے اور ہمیشہ کے لیے ان کی صحبت میں رہے۔ حضرت غوث العالم کی وفات کے بعد حضرت صدرالدین عارف کی خدمت میں رہے وہیں وفات پائی اور مدفون ہوئے۔[۱۰۷]

بانگابلال

حضرت غوث العالم کی مسجد کے موذن تھے ۔رنگ کے سانولے تھے اس لئے حضرت آپ کو شفقت سے بانگا بلال کہہ کر پکارتے تھے ۔حضرت صدرالدین عارف کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا ۔جس حجرہ میں رہتے تھے ۔محلّہ والوں کی خواہش پر اسی حجرہ میں آپ کو دفن کیا گیا یہ محلّہ آپ کے نام سے مشہور ہے۔

منگ شاہد شہید

حضرت غوث العالم کے حاضر باش خادم تھے ۔حضرت غوث العالم آپ کو بمثل اولاد عزیز رکھتے تھے اوران پر اعتماد کرتے تھے حضرت صدرالدین عارف کا بھی معتمد علیہ رہا۔ان کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

شیخ اسماعیل قریشی عمرپوری

ذات کے قریشی تھے۔موضع حجر (سندھ) میں پیدا ہوئے ۔دس برس کی عمر میں حضرت غوث العالم کے مرید ہوئے ۔بیس سال کی عمر میں حضرت غوث العالم نے آپ کو شہنی (مقام انصال دریائے چناب وستلج) کے جنگل میں چلہ کشی کے لیے بھیجا۔ اس کے بعد آپ کو اقوام درگھ اور ڈھول کی اصلاح کے لیے متعین فرمایا۔آپ بے شمار لوگوں کو راہ راست پر لے آئے اسی سال کی عمر میں وفات پائی ۔مقبرہ ''عمر پور'' میں ہے ۔[۱۰۸]

شیخ کبیرالدین

حضرت فخرالدین عراقی کے فرزند تھے ۔حضرت غوث العلم کی نگرانی میں تعلیم وتربیت حاصل کی اور انہی سے روحانی فیض حاصل کیا۔اپنے والد بزرگوار کی آخری عمر

میں ملتان سے جا کر دمشق میں ان سے ملے ۔والد کی وفات کے بعد وہ 736ھ (1335ء) میں وفات پائی اور والد کی مزار کے پہلو میں دفن ہوئے ۔آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ابراہیم ((وفات 772ھ 1370ء مدفن جنت البقیع) سجادہ نشین ہوئے ۔جو والد کے ساتھ ملتان سے دمشق گئے تھے۔

پیر پٹھو

آپ کا اصل نام حسین لقب شاہ عالم اور کنیت ابوالخیر تھی ۔لیکن ''پیر پٹھو'' یا ''شیخ پٹھو'' مشہور ہوئے ۔آپ کے والد کا نام ''راجپار'' ذات کا ''پلان'' ٹھٹہ کے قریب پہاڑی کی ایک غار میں ہمیشہ عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے ۔ایک مرتبہ حضرت قلندر شہباز اور غوث بہاء الدین زکریا ملتانی سیر و سیاحت کرتے ہوئے آ کر آپ سے ملے ۔اس ملاقات کے دوران ''پیر پٹھو'' حضرت زکریا کے مرید ہوئے ۔کئی لوگوں نے ''حضرت پیر پٹھو'' سے روحانی فیض حاصل کیا ۔ان میں سے ایک بزرگ شاہ جمیل گرناری سید عبدالہادی بن سید عبدالعطلس بھی ہیں ۔جس کی مزار حضرت پیر پٹھو کے مقبرہ کے قریب ہے ۔پیر پٹھو نے سنہ 666ھ (1248ء) میں وفات پائی ۔آپ کا مقبرہ اسی جگہ پر ہے جہاں بیٹھ کر عبادت کرتے تھے۔

دہلی کے سلطان محمد تغلق نے سندھ پر حملہ کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے اور ٹھٹہ کے قریب فوت ہو گئے ۔اس کے بعد فیروز تغلق نے سنہ 1371ء میں سندھ پر حملہ کیا اس کو بھی کامیابی نہیں ہو رہی تھی ۔آخر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے حاکم سندھ جام بانہبنہ اور فیروز تغلق کے درمیان مصالحت کرا دی ۔ٹھٹہ کے باشندوں نے اس کو حضرت پیر پٹھو کی برکت سمجھی اور ان میں مندرجہ ذیل فقرہ مشہور ہو گیا۔

''برکت پیر پٹھو ہک میو بیو ٹھو'' (پیر پٹھو کی برکت سے ایک مر گیا اور ایک واپس گیا)[۱۰۹]

شیخ ریحان جھنگلی

حضرت غوث بہاء الحق زکریا کے مرید تھے۔ان کے فرزند ''دودھ'' کی شہادت کے بعد حضرت قلندر شہباز عذر خواہی کے لیے آپ کے پاس آئے تھے۔رکن پور میں مدفون ہیں۔

پیر پتھورو

سندھ کے ''مینگھواڑ'' قوم کے فرد تھے۔حضرت غوث بہاء الحق زکریا کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔آپ کے والد کا نام مانڈن'' تھا اور قوم کے ''بھان'' تھے۔آپ کے آستان کو ''ماڑی'' کہا جاتا ہے جو تحصیل سامارو ضلع تھرپارکر میں ''اکڑی'' ریلوے سٹیشن سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔آپ کے والد بھی اسی جگہ پر رہتے تھے اور بھینسیں پالتے تھے۔''پیر پتھورو'' نے شادی نہیں کی۔اس کے بھائی پونیرو کی اولاد اب تحصیل ''چھاچھرو'' ضلع تھرپارکر میں رہتی ہے اور خود کو پتھورو پوترہ'' کہلاتی ہے۔ہندوں کے مہینے ''بڈہ'' میں چاندرات کو ''پیر پتھورو'' کے آستان د ماڑی پر میلہ لگتا ہے جس میں مینگھواڑ قوم کے بہت بڑی تعداد میں دور دور سے آکر شریک ہوتے ہیں۔قدیم زمانہ میں سندھ کے علاوہ مارواڑ سے بھی بڑی مقدار میں لوگ آکر میلہ میں شریک ہوتے ت۔''مینگھواڑ'' ہندو مذہب کے ہیں اور پیر پتھورو کو گرو مانتے ہیں۔اس میلہ میں مسلمان بھی شریک ہوتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں بزرگوں کو معلوم تھا کہ پیر پتھورو مسلمان تھا اور حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی کا مرید تھا اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان لواری والے کے خلیفہ اور بہت بڑے عالم فاضل اور مجاہد حضرت مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی نے عملی قدم اٹھائے۔آپ نے پیر پتھورو کے

آستان میں مسجد تعمیر کروائی اور پیر پتھوری کی ہندو طرز کی بنی ڈیوری منہدم کروا کر مقبر
تعمیر کروایا۔اس کے ساتھ یہ انتظام بھی کیا کہ میلہ کے موقع پر آپ نے اپنے ایک مرید
کو اس کام پر مقرر کیا کی وہ مسجد میں اذان دیتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ ''پیر
پتھورو'' مسلمان تھے۔[۱۱۰]

مخدوم جمار

حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔آپ کا مقبرہ رانی
پور (ضلع خیر پور سندھ) کے جنوب میں ایک میل کے فاصلہ پر شاہراہ پر واقع ہے۔
مقبرہ کے قریب ''گڈیجی'' نامی گاؤں ہے۔

شیخ اسماعیل سٹر بنی

شیخ بیٹن بتنی کے فرزند تھے جو اہل دل بزرگ تھے اور ''لودی'' کے لقب سے
مشہور تھے۔ان کی پرورش ان کے چچا سٹر بن کے زیر سایہ ہوئی اس لئے وہ ''سٹر بنی''
کہلائے۔دور دراز کے سفر کر کے اپنے وقت کے اولیاء اور مشائخ سے فیض حاصل کیا۔
حضرت غوث بہاؤالحق زکریا سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔کوہ سلیمان کے رہنے والے
تھے۔سیر و سیاحت کے بعد وطن میں آکر مستقل سکونت اختیار کی اور خواجہ خضر کے قصبہ
کو اپنا مسکن بنایا اور ''روہستان'' میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا بہت جلد دور دراز
علاقوں میں آپ کے علم و عرفان کی شہرت ہو گئی۔کئی لوگ آپ کی خدمت میں آکر
مستفیض ہونے لگے۔آپ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں آپ کا مزار کوہ سلیمان
کے اوپر مرجع خلائق ہے اور لوگ اس مقام کو ''مرادوں والی وادی'' کہتے ہیں۔پشتو
زبان میں آپ کے کچھ اشعار بھی ملتے ہیں۔نمونہ ملاحظہ ہو:

شیطان سے بھاگنا چاہیے
جب وہ کسی کو نظر آ جائے
تو وہاں سے نور رخصت ہو جاتا ہے
آدمی شیطان سے بھی بد تر ہو جاتا ہے
اور وہ کندچھری سے زخمی ہو جاتا ہے
جس نے شیطان کی نہ مانی
وہ شخص زیارت کے قابل ہے
جو کوئی ابلیس کے دھوکے میں آ گیا
اس کے گھر میں صف ماتم بچھ جاتی ہے [111]

حیدرزرکنی

سمرقند کے رہنے والے تھے اور اپنے وقت کے صاحب دل ولی تھے۔ ''شادان'' ندی کے کنارہ پر ان کا گھر تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے فیض حاصل کر کے اپنے علاقہ میں رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

شیخ احمد ولد موسیٰ

یہ بزرگ بھی حضرت غوث کے مرید اور خلیفہ تھے اور کوہ سلیمان کے رہنے والے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ شیخ اسماعیل نے خواجہ خضر کے مقام پر خانقاہ بنائی ہے تو ان سے ملنے آئے۔ اس کے بعد ان کی آپس میں محبت یگانگت رہی۔ ان کا مزار بھی کوہ سلیمان کے اوپر ہے۔ ان کے تین فرزند ہوئے: ہدو، محمود، سلیمان۔ حضرت

زکریا کے فرزند شیخ صدرالدین نے شیخ سلیمان کو والد کی گدی پر بٹھایا اور سلیمان دانا کا خطاب مرحمت فرمایا۔

شیخ سلیمان دانا

حضرت صدرالدین عارف کی رہنمائی میں بزرگی اور کمال کے مرتبہ کو پہنچے۔ ایک دن آپ کے پیر نے آپ کو فرمایا کہ بادشاہ علاؤالدین خلجی نے چتور کا محاصرہ کر رکھا ہے لیکن قلع قمع نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی فتح اس وقت ہو گی جس وقت تم وہاں پہنچ گے۔ چنانچہ مرشد کے حکم کے مطابق چتور روانہ ہو گئے۔ چتور پہنچے تو قلع بھی فتح ہو گیا۔ لاشوں کے درمیان ان کو ایک لڑکی ملی جس کو مسلمان کر کے اس کے ساتھ شادی کی۔ چند روز کے بعد اس کو ساتھ لے کر وطن واپس آ گئے۔ آپ کو دو فرزند اور ایک بیٹی ہوئے۔ فرزندوں کے نام یہ تھے: شیخ محمود اور ملہی۔ ان میں شیخ حاجی محمود سجادہ نشین ہوئے۔ [۱۱۲]

شیخ ملہی قتال

طلب علم اور کسب فیض کے لیے سیر و سیاحت کرتے ہوئے سیوھن (سندھ) پہنچے۔ حضرت قلندر شہباز کی درگاہ میں رہ کر ریاضت وعبادت میں مصروف رہنے لگے جلد ہی مرتبہ کمال کو پہنچے۔ وطن واپس آ کر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا بے شمار لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ ''قتال'' کے لقب سے مشہور تھے۔ اسی لقب کے متعلق دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں ایک یہ کہ تحفہ اور ہدیہ کے طور پر جو کچھ ان کے پاس آتا تھا اسے فوراً فقراء اور درویشوں میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بے ادبی کی بات یا گستاخی کا کلمہ کہتا تو وہ اسی روز بلکہ اسی گھڑی کسی نہ کسی آفت و بلا کا شکار ہو جاتا۔

ان کے دو فرزند ہوئے شیخ علی اور شیخ بایزید دونوں اہل دل بزرگ تھے۔ شیخ علی کو ''شیخ علی شہباز اور شیخ بایزید کو بایزید دریا کہتے تھے۔

شیخ محمود حاجی

شیخ ملہی قتال کے بھائی اور اپنے والد شیخ سلیمان دانا کے سجادہ نشین تھے۔ اکثر جذب مستی کی کیفیت میں رہتے تھے۔ جب ہوش میں آتے تو رشد وہدایت کی راہ پر گامزن ہو جاتے۔ کئی لوگوں کو فیض پہنچایا۔ ان کو دو بیٹے ہوئے۔ شیخ محمد حاجی اور شیخ برمزید سربی۔ دونوں اہل دل بزرگ تھے۔

مخدوم ابوسعید

سندھ کے عظیم صوفی شاعر حضرت سچل سرمست کے جد اعلیٰ تھے۔ اس کے خاندان کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ہے۔ اس خاندان کا جد امجد شہاب الدین اول بن عبدالعزیز سنہ 93ھ (711ء) میں فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے۔ محمد بن قاسم نے آپ کو سیوھن کا حاکم مقرر کیا۔ آپ کی وفات 9 محرم سنہ 95ھ (713ء) کو ہوئی۔ ان کے بعد ان کے فرزند عبداللطیف سیوھن کے حاکم ہوئے۔ جنہوں نے 3 جمادی الثانی 193ھ (809ء) میں وفات پائی۔ اس طرح اس خاندان کے فرد سیوھن کے حاکم ہوتے رہے۔ محمود غزنوی نے جب سندھ پر حملہ کیا تو اس نے اس وقت سیوھن کے حاکم محمد فاروق کو برطرف کر دیا اور اس خاندان کے لیے سالانہ پنشن مقرر کی۔

کچھ عرصہ بعد اس خاندان کے کچھ افراد نقل مکانی کر کے ''خدا آباد'' (ضلع دادو سندھ) کے قریب اپنا الگ گاؤں نور جن آباد کر کے اس میں رہنے لگے۔ وہاں کے رہنے والے فاروقی خاندان کے فرد محمد فاروق سیوھانی کے خاندان سے مخدوم

نورالدین بن وحیدالدین کو چار فرزند ہوئے، مخدوم ابوسعید، مخدوم بدرالدین، مخدوم رکن الدین اور ضیاءالدین۔ ان میں سے دو بھائی مخدوم ابوسعید اور بدرالدین حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی کے خلیفہ شاہ جمار کے مرید ہوئے۔ اپنے پیر کا قرب اور صحبت حاصل کرنے کے لیے سیوھن اور ''نورجن'' کی سکونت ترک کر کے ''گاگڑی گاگن'' پرگنہ (موجودہ تحصیل گمبٹ ضلع خیرپور میرس) میں آ کر رہے۔ مرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں نے بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیئے۔ وہ جنگلوں میں رہتے تھے اور جنگل کے پھلوں پر گزارہ کرتے تھے جس کو سندھ میں ''ڈتھ'' کہا جاتا ہے۔ حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی جب سندھ میں آئے تو یہ دونوں بھائی جا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت زکریا نے جب ان کی حالت دیکھی تو ان کو ڈوتھڑا (ڈتھ پر گزارہ کرنے والے) کا لقب دیا۔

مخدوم ابوسعید کے خاندان کے لوگ ''موسیجی'' سے نقل مکانی کر کے رانی پور میں آ کر رہنے لگے۔ اس خاندان میں سے مخدوم قاضی محمد شریف بڑے عالم، محدث، شاعر اور اہل اللہ گزرے ہیں۔؛ اس فاروقی خاندان کو حکومت میں بھی بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ میاں احمد کو حکومت کی طرف سے گمبٹ اور رانی پور کے درمیان ایک جاگیر ملی جس میں بعد میں ''درازا'' نامی گاؤں آباد ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد فاروقی خاندان کے لوگ درازا گاؤں میں منتقل ہو گئے۔ اب اسی گاؤں میں اس خاندان کی درگاہ اور حضرت سچل سرمست کا مقبرہ ہے۔ درازا رانی پور سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

کلہوڑہ دور حکومت میں حضرت سچل سرمست کے دادا خواجہ محمد حافظ عرف میاں صاحبڈنو بہت بڑے بزرگ ہو گزرے ہیں۔ اس زمانہ میں عبیداللہ گیلانی اپنے

بھائیوں شاہ کلیم اللہ اور شاہ عبدالمالک کے ساتھ اجمیر شریف جاتے ہوئے سندھ سے گزرے۔ حضرت خواجہ محمد حافظ کی آپ سے ملاقات ہوئی تو ان سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح اس خاندان مین خواجہ محمد حافظ سے سہروردی سلسلہ کے بجائے قادری سلسلہ جاری ہوا۔ اس کے بعد اس خاندان کا سلسلہ قادری رہا ہے۔ حضرت بچل سرمست کا سلسلہ بھی قادری تھا۔ [۱۱۳]

اساتذہ وشیوخ کا تعارف

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور ان کے خلفاء کا اثر صرف مغربی پنجاب اور سندھ تک محدُود نہ تھا۔ بلکہ افغان علاقے میں بھی ان کے مُعتقد تھے افغان اپنا سلسلہء نسب بنی اسرائیل سے ملاتے ہیں، جو نینوہ کے حاکم بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدّس کی بربادی کے بعد فلسطین سے نکلے اور پھرتے پھراتے کوہستانِ غور میں آباد ہو گئے۔ سلطان شہاب الدین نے انھیں کوہستان غور سے نکال کر علاقہ روہ میں آباد کیا۔ تاکہ وہ غوری حکومت کی پُشت و پناہ بنیں اور ان سے ہندوستان میں جہاد کا کام لیا جا سکے۔ سیّد سلیمان ندوی کا بیان ہے۔ کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک بیشتر افغان غیر مسلم تھے۔ [۱۱۴]

روسی مستشرق بارتولڈ کا بھی خیال ہے کہ افغانوں میں اسلام بارھویں صدی عیسوی کے قریب پھیلنا شروع ہُوا اور قریب قریب یہ وہی زمانہ تھا جب ۱۱۸۲ء میں شیخ بہاء الدین زکریا کی ولادت ہوئی اور تعلیم وتربیت اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے خلافت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے موجودہ پاکستان میں اپنے آپ کو ارشاد و ہدایت کے لیے وقف کر دیا۔ [۱۱۵]

مخزنِ افغانی میں شیخ بہاء الدین زکریا کے دوسرے افغان مریدوں (مثلاً

حیدر رکنی) کے نام ملتے ہیں۔ لیکن اس عہد کے افغان بزرگ، جن کے متعلق مخزن میں سب سے زیادہ تفاصیل ہیں (شیخ بہاء الدینؒ کے نہیں)، بلکہ ان کے خانوادہ کے ایک دوسرے مشہور بزرگ حضرت مخدوم جہانیاں کے مُرید تھے۔ ان کا نام خواجہ یحیٰے بختیار تھا، لیکن انھیں مُرشد سے کبیر کا خطاب ملا تھا۔ اور اب وہ عام طور پر خواجہ یحیٰے کبیر کے نام سے ہی مشہور ہیں۔ ان پر شروع سے ہی محبتِ الٰہی غالب تھی اور لڑکپن میں بھی کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ چنانچہ راہ نما کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک دفعہ خواب میں رسالت مآب نے اشارہ کیا کہ تمھیں مخدوم جہانیاں سے فیض ملے گا۔ چنانچہ وہ ہریو سے کوہ سلیمان اور وہاں سے اوچ شریف آئے اور مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہو کر مخدوم سیّد جلال الدین بخاری کی خدمت میں پہنچے، مُرید ہوئے۔ کئی چلّے طے کیے۔ بڑی ریاضتیں اور عبادتیں اور بڑے فیوض حاصل کیے۔ [۱۱۶]

اس کے بعد مخدوم پیر کانوں اور کئی دوسرے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مخزنِ افغانی میں سب سے زیادہ تفاصیل حضرت یحیٰے کبیر کے متعلق دی گئی ہیں۔ کوئی سولہ صفحے ان کے لیے ہیں۔

شیخ یحیٰے کبیر کی شہرت اپنے علاقے سے باہر، دُور دُور تک پہنچی ہوئی تھی۔ مثلاً مخزنِ افغانی کے انگریزی ملخص میں لکھا ہے کہ بہار کے مشہُور بزرگ مخدُوم شرف الدین یحیٰے منیری صاحبؒ نے شیخ یحیٰے کبیرؒ کو ایک خط لکھا اور شکایت کی کہ سُنا جاتا ہے کہ آپ کی محفل سماع میں جب درویش رقص کرتے ہیں تو مستورات بھی موجود ہوئی ہیں۔ آگ اور روئی کی یکجائی مناسب نہیں۔ شیخ یحیٰے جو قوالی کے وقت تو موجود ہوتے تھے، لیکن رقص میں شرکت نہ کرتے اور محفلِ سماع میں عورتوں کی موجودگی کے خلاف تھے، جواب میں لکھا کہ آپ کا فرمانا بجا ہے۔ لیکن احکم الحاکمین ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

اور طریقے سے بتا دیا کہ اگر خدا چاہے تو پنبہ اور آتش کی یکجائی بھی شعلہ زنی کا باعث نہیں ہوتی۔

شیخ یحییٰ کبیر کا زیادہ وقت کوہ سلیمان پر گزرا۔ لیکن سہروردی بزرگوں کی طرح بڑے سفر کیے۔ حج کے علاوہ ان کے فرمل (افغانستان) غزنی، سمرقند، ہریو پہنچنے کا ذکر ملتا ہے۔ ان کی عمر شریف میں خداے تعالیٰ نے بڑی برکت دی اور ایک سو ستائیس سال کی عمر کو پہنچ کر وہ ۲۰ نومبر ۱۴۳۰ء کو وفات پا گئے۔ [۱۱۷]

شیخ یحيٰ کبیر کی اہمیت ان کی اپنی ریاضت وعبادت اور نیک کاموں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ ان کا فیض کثرت سے دوسروں کو پہنچا۔ جو خود فیضیاب ہو کر ہدائتِ خلق کا ذریعہ ہوئے۔ ان کے اپنے خاندان میں ہی اُنتیس ایسے بزرگوں کے نام لیے جاتے ہیں، جو درجہ ولائت کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں شاید سب سے مشہور آپ کے بھائی شیخ علی تھے۔ جنھوں نے اتنی سخت ریاضتیں کیں، اور اس طرح اپنے جسم کو مار رکھا کہ آپ کے ہمعصر آپ کو شیخ علی ڈنگر یعنی شیخ علی لاغر کہا کرتے تھے۔ [۱۱۸]

پیر کبار شیخ دتو شوریانی خویشگی اور بریچ قوم کے جن چشتی مشائخ کا زمانہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے بھی پیشتر بتایا جاتا ہے، ان کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ ان کا علاوہ دو اہم نام مخزنِ افغانی میں آتے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ اجمیری کے مشہور خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیا کا کیؒ جنھیں عام صُوفی تذکرہ نگار، اوش یعنی علاقہ ترکستان کے ایک شہر کا باشندہ کہتے ہیں۔ لیکن جن کا نام مخزن افغانی میں افغان مشائخ میں سرِ فہرست درج ہے۔ دوسرے شیخ (نورالدین) ملک یار پراں کا۔ جو عہدِ بلبنی کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ اور دہلی میں جمنا کے کنارے مدفون ہیں۔ اخبار الاخیار

اور دوسرے صُوفی تذکروں میں انھیں ایران کے علاقہ لار کا باشندہ لکھتے ہیں جو مُرشد کے ایما پر ہندوستان آئے۔ لیکن افغان تذکرہ نگاروں کے مطابق وہ افغانوں کے غرشین قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ خزینۃ الاصفیا میں ان کا سالِ وفات ۶۹۵ھ (مطابق ۱۲۹۶ء) لکھا ہے۔ دو واسطوں سے ان کا سلسلہ شیخ ابو اسحاق گاز رونی تک پہنچتا ہے۔ [۱۱۹]

مخدوم بہاء الدین زکریا کے جس افغان مرید سے سہروردی سلسلے کو سب سے زیادہ فروغ ہُوا اور ارشاد و ہدائت کا ایک بڑا مرکز قائم ہو گیا، وہ شیخ احمد ولد موسیٰ شروانی تھے۔ وہ ایک غریب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد بھیڑ بکریاں پالا کرتے تھے اور نوعمر احمد ان کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ ایک دفعہ وہ دامنِ کوہ میں بھیڑ بکریاں چروا رہے تھے کہ چند قلندروں کا اس طرف گزر ہُوا۔ شیخ احمد نے ان کی بڑی خدمت کی بلکہ ان کے کمالات سے متاثر ہو کر چاہا کہ ان کے ساتھ ہی چل دیں۔ لیکن قلندروں نے روکا۔ اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے تمھیں قلندری اور بے نوائی کے لیے نہیں پیدا کیا۔ تم سے بہت بڑے کام لیے جائیں گے۔ اور بڑی خلقت تم سے راہِ ہدائت پائے گی۔ تمھیں چاہیے کہ مخدوم شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں پہنچو اور ان کے مُریدوں میں شامل ہو جاؤ۔ اِس کے بعد قلندروں نے ان کے حق میں دعاے خیر کی اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ شیخ احمد پر اس کے بعد ایک عجیب حالت طاری ہوئی۔ اور وہ گھر بار، ماں باپ چھوڑ کر شیخ بہاء الدین کی خدمت میں پہنچے اور ان کے حلقہء ارادت میں داخل ہوئے۔ مُرشد کی نظرِ عنائت سے وہ مرتبہء کمال کو پہنچے اور خرقہء خلافت حاصل کیا۔ [۱۲۰]

شیخ احمدؒ کی وفات کے بعد ان کا سلسلہء فیض ان کے تین فرزندوں نے جاری رکھا جو تینوں منبعِ فیض تھے۔ لیکن سجادہ نشین دوسرے بیٹے شیخ سلیمان دانا ہوئے

جو شیخ بہاء الدین زکریا کے صاحبزادے شیخ صدر الدین عارفؒ کے مرید تھے۔ مخزنِ افغانی میں لکھا ہے کہ مرشد کی بشارت کے مطابق شیخ سلیمان علاء الدین خلجی کے حملہ چتوڑ کے وقت وہاں موجود تھے۔ جب چتوڑ کی فتح کے بعد راجپوت عورتوں نے رسمِ جوہر ادا کی اور مرد لڑائی میں کام آئے تو جو لوگ بچ گئے تھے، ان میں سے ایک راجپوت لڑکی کے ساتھ شیخ سلیمان نے نکاح کیا، جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے اور جو دونوں مرتبہ ولائت کو پہنچے۔ بڑے بیٹے کا نام محمود تھا اور چھوٹے نے ملہی قتال کے نام سے شہرت پائی۔ [۱۲۱]

شیخ ملہی قتال نے ابتدائی عمر میں ہی سفر اختیار کیا اور وسہوان (سندھ) میں جا کر شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے مشہور سِندھی خلیفہ مخدوم لال شہباز قلندر کے مُرید ہوئے اور عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان سے بہت سے خوارق منسوب کِیے جاتے ہیں اور بے شمار خلقت ان کی مُعتقد ہوئی۔ ان کو قتال دو وجہوں سے کہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ انھیں فتوحات کی قسم سے پہنچتا، اسے بڑی بے دردی اور بے دریغانہ خرچ کرتے۔ دوسرے جو کوئی ان کی نسبت بے ادبی کے الفاظ مُنہ سے نکالتا، وہ اُسی وقت کِسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا۔ شیخ ملہیؒ کے دو بیٹے تھے، شیخ علی اور شیخ بایزید۔ وہ بھی مرتبہ ولائت کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور ان کے بعد ان کی نسل سے مُتعدد فقرا و مشائخ ہوئے، جنھوں نے بڑی شہرت پائی اور مرجعِ خلائق ہوئے۔ [۱۲۲]

شیخ ملہی کے برے بھائی شیخ محمود حاجیؒ اپنے والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ شیخ محمدؒ حاجی اور شیخ برمزید سربنی۔ دونوں بڑے صاحبِ سطوت بزرگ تھے۔ ان کے علاوہ شیخ محمود کے کئی خلفا تھے۔

شیخ ملہی اور شیخ محمود کی اولاد اور خلفا کی بدولت سہروردیہ سلسلے کو افغانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ [۱۲۳]

شیخ احمد بن موسےٰ شروانیؒ جن کے خاندان کا ہم ذکر کر چکے۔ کوہ سلیمان کی چوٹی پر آرام فرما ہیں۔ شیخ اسمٰعیل سربنی کا مزار بھی یہیں ہے۔ شیخ اسمٰعیل نے بڑے سفر کیے۔ اور کئی مشائخ بزرگ کی خدمت میں پہنچے۔ بالآخر اپنے وطن میں مراجعت فرما کر ولائت روہ میں مقامِ خواجہ خضر کے پاس ارشاد و ہدائت کا سلسلہ شروع کیا۔ روہ میں اس وقت شیخ احمد مسندِ ارشاد و ہدائت کو زینت دے رہے تھے۔ مخزنِ افغانی میں لکھا ہے کہ شیخ احمد اور شیخ اسمٰعیل میں بڑا ارتباط تھا۔ اور وہ ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوتے تھے۔ حضرت غوث العالم مخدُوم شیخ بہاء الدین نے دونوں بزرگوں کے لیے جُدا جُدا خرقہ بھیجا اور دونوں کو منشورِ خلافت عطا کیا۔

شیخ اسمٰعیل کے مزار پر ایک عالی شان گنبد تعمیر ہُوا ہے۔ یہ مقام وادیِ خواہ میں ہے۔ یہاں ہر سال موسمِ گرما میں ہزار ہا افغان جمع ہوتے ہیں۔ اور دونوں بزرگوں کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لیے بے شمار بھیڑ بکریاں ذبح ہوتی ہیں۔ [۱۲۴]

شیخ احمد موسےٰ شروانیؒ کے متعلق یہ بیان کہ چند جہاں گرد قلندروں کے ایما پر وہ مُلتان گئے اور مخدُوم بہاء الدین زکریاؒ کے مرید ہوئے۔ قابلِ قیاس ہے اور شیخ احمد کے تمام خاندان کا ملتان اور اُچ کے سہروردی خاندان سے مُسلسل انتساب رہا۔ لیکن شیخ اسمٰعیل سربنی کے متعلق یہ روائت کے مخدوم نے ان کے شہرت سن کر انھیں خرقہء خلافت بھیجا۔ کسی قدر مُستبعد ہے۔ اور شیخ اسمٰعیل کے زمانہء حیات کے متعلق جو دوسرے روائتیں ہیں، وہ بھی ان کے مخدوم مُلتانیؒ کے ہم عصر ہونے کے حق میں نہیں۔

افغانی نسب نگار لکھتے ہیں کہ افغانوں کے مورثِ اعلیٰ عبدالرشید قیس المعروف پٹھان کے (جسے رسُولِ اکرمؐ کا ہم عصر بتایا جاتا ہے)۔ تین بیٹے تھے۔ سڑبنی۔ بیٹ یا بٹنی اور غرغشتی۔ سب پٹھان قبیلے ان تینوں اور عبدالرشید کے پسرِ خواندہ کرّانی کی اولاد

بتائے جاتے ہیں۔ ان میں سے سڑبنی کے اولاد کوئی نہ تھی۔ چنانچہ اس کے بھائی بتنی نے اس کی درخواست پر اپنا بیٹا اسمٰعیل اس کے پاس بھیج دیا، جو اپنے زُہد و تقویٰ کی بدولت شیخ اسمٰعیل سڑبنی مشہور ہُوا۔ اور جس کے یمن و برکت سے سڑبنی کے بہت اولاد ہوئی۔ ظاہر ہے شیخ اسمٰعیل سڑبنی کا زمانہ مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے زمانے سے بہت پہلے ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ جب شیخ احمد شروانیؒ اور دوسرے افغانی مریدوں کی بدولت مخدوم بہاء الدین زکریاؒ کی شہرت افغان علاقے میں ہوئی تو شیخ اسمٰعیل سڑبنی کا انتساب بھی مخدومؒ سے کرلیا گیا۔ ویسے شیخ بیٹ (یا بٹنی) شیخ اسمٰعیل سڑبنی۔ شیخ خرجبون (یا خرشبون) سڑبنی کو نہ صرف صاحبِ کرامت اولیاء سمجھا جاتا ہے بلکہ ان کا نام قدیم ترین پشتو شعرا میں بھی آتا ہے۔ جو کلام ان سے منسوب کیا جاتا ہے، اس کے نمونے ادبیاتِ سرحد (پشتو ادب) مؤلفہ رضا ہمدانی میں ملیں گے۔ [۱۲۵]

صوفیہ کے عام تذکروں میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے جس افغان خلیفہ کا زیادہ تر نام مِلتا ہے۔ وہ شیخ حسن افغان قدس سرہ تھے۔ مُرشد کو ان پر اتنا ناز تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب روزِ قیامت مجھ سے اللہ تعالےٰ پوچھیں گے کہ ہماری سرکار میں تم کیا تحفہ لائے ہو۔ تو میں کہوں گا کہ عبادتِ حسن افغان میرا تحفہ ہے۔ حسن افغان سالہا سال مُرشد کی خدمت میں رہ کر فیض یاب ہوئے اور ان سے کئی خوارق منسوب کیے جاتے ہیں۔ اور خزینۃ الاصفیا میں حضرت سلطان المشائخ کا بیان ان کی نسبت درج ہے کہ شیخ حسن افغان ایک بہت بڑے ولی تھے۔ اور ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک روز شیخ حسن ایک گلی میں سے جا رہے تھے کہ مسجد سے اذان کی آواز آئی شیخ بھی مسجد میں داخل ہوئے اور امام کے پیچھے دوسرے مقتدیوں کی طرح نماز با جماعت ادا کی۔ جب نماز ختم ہوگئی۔ اور لوگ چلے گئے تو وہ امام کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے خواجہ!

آپ نے نماز شروع کی اور میں آپ کے ساتھ بطور ایک مقتدی کے شریک ہوگیا۔ آپ یہاں سے دہلی گئے اور وہاں سے غلام خرید کر لائے پھر ان غلاموں کو لے کر عربستان گئے اور انھیں بیچ کر ملتان واپس آئے۔ میں بیچارہ آپ کے پیچھے سرگرداں اور حیران جا بجا پھرتا رہا۔ آخر یہ کیا نماز ہے کہ دل تو تجارت میں ہے اور بظاہر نماز ہو رہی ہے! امام کو بھی معترف ہونا پڑا کہ واقعی اس کے خیالات پریشان تھے۔ [۱۲۶]

مخزنِ افغانی کے منتشر اندراجات سے خیال ہوتا ہے کہ حسن اصل میں خوجند کے ایک سیّد زادہ تھے۔ وہاں کی ایک خاتون کے ساتھ جس کی ہمشیرہ ملتان میں بیاہی ہوئی تھیں آپ قحط سالی کے زمانے میں یہاں آئے۔ اس خاتون نے غرغشتی قبیلہ کے ایک افغان (دادی) سے شادی کر لی۔ اور حسن بھی افغانوں میں بس کر اور شادی بیاہ کر کے افغان ہی ہو گئے ان کی اولاد کو خوندی، خووندی، یعنی خوجندی کہتے ہیں۔ مخزنِ افغانی میں لکھا ہے کہ آپ شروع شروع میں، ان بچّوں کی طرح جو ماں باپ کی نگرانی سے محروم رہ گئے ہوں آوارہ و آزاد ہو گئے۔ بلکہ چوری اور ڈکیتی کا پیشہ شروع کیا۔ اور غرغشتی قبیلے کے لوگوں نے پشتو میں آپ کا عُرف ہی ہیچو یعنی چور رکھ دیا۔ لیکن پھر عنائتِ الٰہی شامل حال ہوئی۔ گناہوں سے یک قلم توبہ کی اور شیخ بہاء الدین زکریا کی خدمت میں حاضر ہو کر مُرید ہوئے۔ ایک عرصہ ان کی خدمت گزارا۔ اور بالآخر ایک کامل ولی ہو گئے۔ اس کے بعد مُرشد نے حکم دیا کہ جا کر افغانوں میں ہدائت وارشاد کا سلسلہ شروع کرو۔ (اے حسن برو! در قومِ افغاناں ہدائت حق کن)۔ چنانچہ وہ اپنے وطن واپس آئے اور غرغشتیوں میں ارشاد و ہدائت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کے قبیلے کا لوگ زیادہ تر قندھار کے گرد و نواح میں رہتے ہیں۔ [۱۲۷]

خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۶۸۹ھ یعنی ۱۲۹۰ء میں ہوئی اور مُلتان میں اپنے پیر روشن ضمیر کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ [۱۲۸]

حوالہ جات

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامی، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۹۷ء

(۲) ایضاً۔

(۳) کرم الٰہی بدر۔ ''تاریخ ملتان'' ص:۲۰ (ب) ملاحظہ فرمائیں تذکرہ شرح سکندر ناصرالدین یونانی مطبوعہ ادارہ تحقیق وتذکرہ احمد پور شرقیہ ۱۹۶۶ء ص ۲۶

(۴) ملاحظہ فرمائیں بھاگوت پران (ساتواں اسکند) کوہ نور پریس لاہور ۱۸۶۸ء ۱۸۶۷ء ص ۱۱۰ تا ۱۱۲

(۵) بھاگوت پران، ص ۲۴۵

(۶) بھاگوت پران (اٹھیہ ستوان دن ادھیائے) ص: ۳۴۶، مطبوعی کوہ نور پریس لاہور ۱۸۶۷

(۷) مرزا ابن حنیف کے مطابق ابتدائی ویدی دور میں شمس دیوتاؤں کی تعداد چھ تھی جس میں سے ایک کا نام مترا تھا تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں ''سات دریاؤں کی سرزمین'' ص ۲۳۸

(۸) مرزا ابن حنیف کے مطابق ادیتہ کے معنی سورج دیوتا کے ہیں ''سات دریاؤں کی سرزمین'' ص ۲۳۹ ص ۲۳۸،

(۹) ایضاً ص ۲۲۵

(۱۰) منشی عبدالرحمٰن خان کے مطابق ملتان کا سب سے پہلا نام میسان تھا۔ '' آئینہ ملتان''، ص ۲۶ مکتبہ اشرف المعارف ملتان، اشاعت اول

(۱۱) ڈاکٹر روبینہ ترین، ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے اکرام کا حصہ'' ص ۲۸، ادارہ تالیف وترجمہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

(۱۲) چچ نامہ، ص ۳۴۷۔۳۴۶

(۱۳) ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے اکرام کا حصہ۔ص ۴۲

(۱۴) بحوالہ الاعلان النفیسہ ص ۱۳۵ مطبع لندن، ۱۸۹۲

(۱۵) ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے اکرام کا حصہ'' ص ۹۷

(۱۶) ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی، ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص ۳۳۶ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

(۱۷) ابن خلکان، ''وضیات الاعیان'' ص ۱۵۸

(۱۸) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص ۳۳۶

(۱۹) ایضاً ص ۳۳۶

(۲۰) ایضاً

(۲۱) ایضاً ص ۳۳۷

(۲۲) ایضاً

(۲۳) حامد بن فضل اللہ جمالی، ''سیرالعارفین'': ص ۱۱۵، مرکزی زردو بورڈ لاہور ۱۹۷۶

(۲۴) شیخ محمد اکرام، ''آب کوثر'' ص ۲۵۴، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(۲۵) ایضاً ص ۲۵۵

(۲۶) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص ۳۴۴

(۲۷) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص ۳۴۵

(۲۸) ایضاً ص ۳۴۴

(۲۹) ایضاً

(۳۰) ایضاً

(۳۱) ایضاً

(۳۲) عوارف المعارف: ص ۳۴۲

(۳۳) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں: ص ۳۴۶

(۳۴) ایضاً

(۳۵) ایضاً

(۳۶) ایضاً ص ۳۴۷

(۳۷) ایضاً ص ۳۴۷

(۳۸) ایضاً

(۳۹) ایضاً ص ۳۴۷

(۴۰) ایضاً ص ۳۴۸

(۴۱) ایضاً ص ۳۴۸

(۴۲) بحوالہ ''نقوش سلیمانی'': ص ۳۸، اردو اکیڈمی سندھ کراچی بار دوم ۱۹۶۷

(۴۳) ''جوامع الکلم'': ص ۲۱۳

(۴۴) فوائد الفواد'': ص ۱۳۷، ''سیرت العارفین'' ص ۱۱۴

(۴۵) ''نفحات الانس'' ص ۵۴۲

(۴۶) ''آب کوثر'' ص ۲۶۱

(۴۷) ای ڈی میکلیگن : ایچ اے روز، ''پنجاب ، مذہبی فرقوں اور صوفی سلسلوں کا انسائیکلو پیڈیا'' ص ۸۷۔ بک ہوم، بک سٹریٹ ۴۶، فرنگ روڈ لاہور

(۴۸) ایضاً ص ۸۷

(۴۹) ایضاً ص ۸۸

(۵۰) ایضاً ص ۸۹

(۵۱) ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے اکرام کا حصہ

(۵۲) ایضاً

(۵۳) بحوالہ ''تاریخ ادب اردو'' ج اول ص ۴۱

(۵۴) بحوالہ ''مضامین مالک'' ص ۲۲۳،۲۲۴ مطبوعہ ادارہ طاق بستان آرہ، ۱۹۴۲

(۵۵) ڈاکٹر سید معین الحق ''تاریخ فیروز شاہی'' ص ۵۰۸، امرکزی اردو بورڈ لاہور

(۵۶) ''سیرت العارفین'' ص ۱۰۳

(۵۷) ''فوائد الفواد'' ص ۴۳

(۵۸) ''سیرت العارفین'' ص ۱۰۹

(۵۹) ''انوارِ غوثیہ'' ص ۴۹۔۴۸

(۶۰) بدرالدین اسحاق، ''اسرار اولیاء'' ص ۷۷۔اردو ترجمہ ضیاء، مکتبہ فریدیہ ساہیوال

(۶۱) شیخ شہاب الدین سہروردی کے ایک اور مرید شیخ شہاب المعروف جگجوت تھے۔وہ پورب چلے گئے اور پٹنہ کے قریب ایک قصبہ (جھٹلی) میں دفن ہیں۔بہار کے مشہور صوفی شیخ شرف الدین یحیٰی منیری ان کے حقیقی نواسے تھے، آب کوثر ص ۲۵۷

(۶۲) ''آب کوثر'' ص ۲۵۷

(۶۳) ''فوائد الفواد'' ص ۱۱۹

(۶۴) ڈاکٹر محمد بشیر انور ابوہری ملتانی، ''خلاصۃ العارفین'' ص ۱۹، بیکن بکس قذافی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔گلگشت، ملتان۔

(۶۵) ایضاً

(۶۶) ایضاً ص ۲۰

(۶۷) ایضاً

(۶۸) ''خلاصۃ العارفین'' ص ۸

(۶۹) سید ارتضٰی علی کرمانی، ''حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ'' ص ۲۴، عظیم اینڈ سنز پبلشرز الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔

(۷۰) ایضاً

(۷۱) ایضاً ص ۲۴

(۷۲) مولانا ضیاء الدین ملتانی، ''خلاصۃ العارفین کا قلمی نسخہ'' ص ۵۔۹ ذی الحج ۱۳۰۳ء

(۷۳) سید سُرخ بخاری، ''خلاصۃ العارفین'' ص ۵

(۷۴) ''حضرت بہاء الدین زکریاؒ'' ص ۲۶

(۷۵) سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ''تذکرہ اولیاء کرام'' ص ۶۵

(۷۶) شیخ عین الدین بیجاپوری، ''فرشتہ تذکرہ اولیائے ہند''

(۷۷) ''خلاصۃ العارفین'' ص ۸

(۷۸) ایضاً ص ۸

(۷۹) شیخ شرف الدین، ''منبع البرکات'' (تذکرہ حقانیہ) قلمی نسخہ ص ۴۵۔

(۸۰) سیرت العارفین، ص ۱۴۵

(۸۱) دارالشکوہ، ''سفینۃ الاولیاء'' ص ۱۵۱، فارسی قلمی نسخہ، ص ۲۷

(۸۲) بحوالہ ''احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ''، ''خلاصۃ العارفین'' از ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، مرکز تحقیقات ایران و پاکستان اسلام آباد، ۱۹۷۴

(۸۳) ''نقشِ ملتان'' ص، ۴۴۹

(۸۴) بحوالہ ''تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ص ۴۷

(۸۵) بحوالہ ''نقش ملتان'' ص ۴۵۴

(۸۶) ایضاً

(۸۷) ''خلاصۃ العارفین'' ص ۳۶

(۸۸) بحوالہ ''نقش ملتان'' ص ۴۵۵

(۸۹) مجلہ معارف اولیاء، ''حضرت بہاء الدین زکریا نمبر'' ص ۱۴۴، محکمہ مذہبی واوقاف پنجاب۔

(۹۰) ''کنزالرموز'' بحوالہ آب کوثر، ص ۲۶۲

(۹۱) ''سیرت العارفین'' ص ۱۸۹

(۹۲) ''آب کوثر'' ص ۲۶۴

(۹۳) ایضاً

(۹۴) ''تاریخ معصومی'' بحوالہ آب کوثر، ص ۲۶۴

(۹۵) ''سیرت العارفین'' ص ۱۴۲

(۹۶) ایضاً ص ۱۲۳

(۹۷) ''تاریخ فیروز شاہی'' ص ۲۲۸

(۹۸) ''آب کوثر'' ص ۲۶۷

(۹۹) مولوی حفیظ الدین حفیظ بہاولپوری، ''ذکر کرام'' ص ۱۰۳

(۱۰۰) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص ۳۶۸

(۱۰۱) ایضاً ص ۳۶۸

(۱۰۲) ایضاً ص ۳۶۹

(۱۰۳) شیخ امیر حُسنی، ''رسالہ مزارات ہرات'' ص ۲۹۷

(۱۰۴) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص۳۷۳۔۳۷۲۔۳۷۱

(۱۰۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ''اخبارالاخیار'' اردو ترجمہ محمد لطیف ملک، شعاع ادب لاہور ۱۹۹۲ء

(۱۰۶) ایضاً

(۱۰۷) اعجازالحق قدوسی، ''تذکرہ صوفیائے سندھ'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۵۹ء

(۱۰۸) ایضاً

(۱۰۹) علامہ غلام مصطفی قاسمی، ''الرحیم تیرہویں صدی ہجری کے مشاہر سندھ نمبر'' شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۷ء

(۱۱۰) ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ''شکار پور ماضی و حال'' (ترتیب) شکار پور، ۱۹۸۴ء

(۱۱۱) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' ص ۳۸۰

(۱۱۲) ایضاً ص ۳۸۱

(۱۱۳) فیاض محمود، ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند'' فیاض محمود، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۷۱ء

(۱۱۴) سید سلمان ندوی، ''عرب و ہند کے تعلقات'' ص ۱۸۹

(۱۱۵) بحوالہ ''آب کوثر'' ص ۲۶۸

(۱۱۶) ایضاً ص ۲۶۹

(۱۱۷) ایضاً ص ۲۷۰

(۱۱۸) ایضاً

(۱۱۹) ایضاً

(۱۲۰) ایضاً ص ۲۷۲

(۱۲۱) ایضاً

(۱۲۲) ایضاً ص ۲۷۳

(۱۲۳) ایضاً

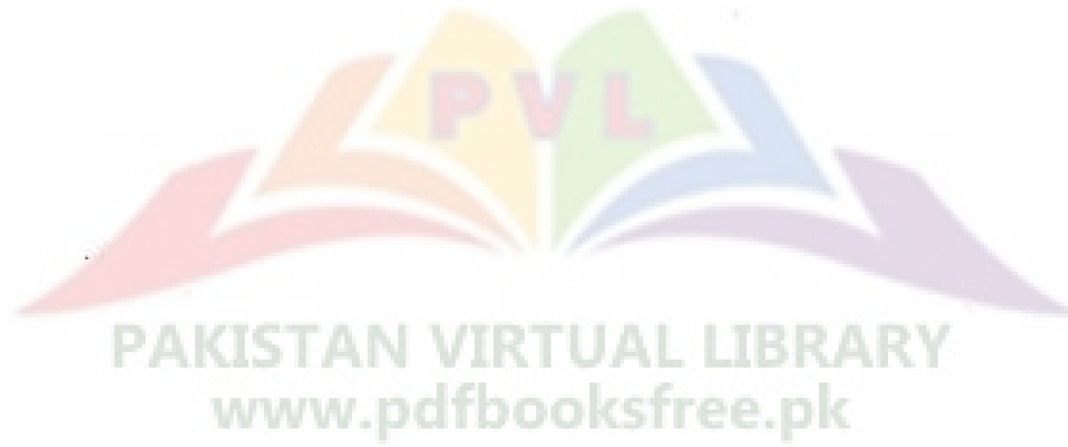
(۱۲۴) ایضاً

(۱۲۵) ''خزینۃ الاصفیا ر'' ص ۱۹۸

(۱۲۶) ایضاً ص ۲۲۸

(۱۲۷) ''مخزن افغانی'' بحوالہ ''آب کوثر'' ص ۲۷۵

(۱۲۸) ''خزینۃ الاصفیار'' ص ۱۹۹



حضرت بہاءالدین زکریا کی خدمات

اسلام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مسلمان ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیں جس میں مخاصمتیں، مخالفتیں، دشمنیاں اور جھگڑے نہ ہوں اپنائیتوں کا دور دورہ ہو محبتیں فروغ پائیں ایک دوسرے کے لیے سلامتی کے جذبات پنپ جائیں۔ لوگ ایک دوسرے کے کام آئیں آپس میں دکھ سکھ کے ساتھی ہوں۔ کوئی شخص بیمار ہو تو دوسرا اس کی عیادت کرے کوئی کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔ تو اس کا بھائی اس کی پریشانی دور کرنے میں۔ اپنی سعی کرے سب کی خوشیاں، مسرتیں مشترک ہوں۔ اور دکھ درد بانٹنے کی صورتیں عام ہو جائیں۔

اخوت ایسا جذبہ ہے جس سے معاشرے کا حسن قائم ہوتا ہے اور ماحول کا تقدس بحال ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر مسلمان کو دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ پیار، محبت، ایثار، خلوص اور احسان کا سلوک کرے اپنے بھائی کے دکھ درد میں شریک ہو اس کا بھلا چاہے۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔ حتیٰ کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز قرار نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے ناراض رہے۔ مسلمان، مسلمان ہے تو اس کے لیے تنبیہ ہے کہ اگر اس کا ہمسایہ بھوکا سویا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر اس نے کسی مسلمان کی جان و مال و آبرو کو کوئی نقصان پہنچایا تو وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچا نہیں۔ ہمارے آقا محمد ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوہے کی کوئی چیز اپنے کسی مسلمان بھائی کو سیدھی کرے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔

اسلام نے ہمیں زندہ رہنے کے آداب سکھائے ہیں معاشرتی اچھائیوں کی راہ دکھائی ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کی ہے کہ ہمیں کس موقع پر کیا کرنا ہے خدا تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے ہمیں روزی کمانے کے طریقے بتائے اور خرچ کرنے کے طریقوں کی بھی نشان دہی کر دی ہے آپ نے معاشرت کی اقدار کا علم دیا ہے یہاں تک کہ کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے آداب تک کی تعلیم دی گئی ہے زندگی کا کوئی مرحلہ ایسا نہیں جس کے لیے رہنما اصول اسلام نے ہمیں نہ بتائے ہوں۔

مسلمانوں پر کچھ تو اللہ کے حقوق ہیں جنھیں ادا کیے بغیر چارہ نہیں کیونکہ قرآن مجید کی زبان میں انسانوں اور جنوں کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ ''یعبدون'' بنیں اس کا معنی ہم ''عبادت کرنے والے'' کرتے ہیں اصل میں اس کا مطلب ہے کہ وہ ''عبد'' بن جائیں فرمانبردار ہو جائیں۔ ہر حکم مانیں یعنی انسانوں اور جنوں کی خلقت اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم جو انھیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ملا اسے صدقِ دل سے مانیں اور اس کی تعمیل کریں۔ ان احکام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی شامل ہیں بلکہ حقوق اللہ کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے دور نہیں کہ وہ کسی اور اچھائی کے بدلے یا محض اپنی رحمت کے باعث معاف فرما دے۔ لیکن جب بندوں میں سے کسی کا حق کسی نے چھین لیا یا ادا نہیں کیا تو خداوندِ قدوس نے ایسا گناہ معاف نہ کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ مسلم شریف میں ہے حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کا اہتمام کرنے والے نے اگر کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال غصب کیا، کسی کو قتل کیا، کسی کو مارا پیٹا تو اس کی نیکیوں کا ثواب مظلوموں کو دیا جائے گا۔ اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مظلوموں

کے حقوق ادا نہ ہوئے تو مظلوموں کے گناہوں کو اس کے اعمال نامہ میں جمع کر کے اس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔[1]

دینی خدمات

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ مریدین اور معتقدین کی اصلاح و تربیت فرماتے۔ ان کے نفوس کے تزکیہ کے لیے انہیں مجاہدہ و ریاضت سے گزارتے اور جہالت و مادیت کو مٹانے کے علم کو بطور ہتھیار استعمال کرتے۔ اسلام کی ترویج اور اشاعت کے لیے مبلغین و مصلحین تیار کرتے اور ان کی تربیت فرماتے۔ انہیں مختلف زبانوں کی تعلیم دیتے۔ آپ کی قائم کردہ درس گاہ میں براعظم ایشیاء کے کئی ممالک کے طلباء یہاں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ درسگاہ ایک ''اقامتی یونیورسٹی'' کا درجہ رکھتی تھی۔ جہاں مختلف ممالک کے طلباء زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے تھے۔ فارغ التحصیل طلباء کو خاص طور پر تربیت دی جاتی تاکہ وہ اپنے وطن واپس جا کر اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔ مبلغین کی تربیت کا ایک باقاعدہ شعبہ تھا جہاں مختلف ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی تھیں۔ تاکہ تبلیغ میں مشکل پیش نہ آئے تبلیغی وفد عموماً چار یا پانچ افراد پر مشتمل ہوتا۔ ان وفود کے ہر فرد کو صبر و استقامت، حسنِ اخلاق اور تقویٰ و طہارت کی تعلیم دی جاتی۔ وہاں کے طرزِ معاشرت اور تہذیب و ثقافت سے آگاہ کیا جاتا۔ زبان سکھائی جاتی زادِ راہ کے علاوہ تجارتی سامان بھی دیا جاتا وفد میں شامل مبلغین اسلام کی اشاعت کے ساتھ تجارت بھی کرتے۔ ملتان کا سامانِ تجارت اس ملک میں فروخت کرتے جہاں جاتے اور وہاں کا مال اپنے ملک لے آتے اس طرح اسلام کی ترویج و اشاعت بھی ہوتی اور روزگار کے وسائل بھی میسر آتے۔ تمام ممالک سے تبلیغی وفود اپنی مکمل رپورٹ تیار کرتے اور واپسی

پر یہ رپورٹ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو پیش کر دی جاتی۔ [۲]

آپ کے اس طرزِ تدریس اور طریقِ تبلیغ نے تھوڑے ہی عرصہ میں ''مدرسہ بہائیہ'' کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ برصغیر کے علاوہ جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، فلپائن خراسان اور چین تک کے طلباء کے لئے ''مدرسہ بہائیہ'' پُرکشش بن گیا اساتذہ کے لیے بہترین رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں طلباء کے لیے ہاسٹل بنایا گیا اساتذہ اور طلباء کے قیام وطعام کا مکمل خرچہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ خود اٹھاتے۔ [۳]

اس درسگاہ کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ مبلغین کو تیر وتلوار، نیزہ بازی، گھڑسواری اور تیراکی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی تاکہ وہ ناگہانی صورت حال کا سامنا حوصلہ مندی سے کرسکیں آپ کے منفرد حسنِ انتظام، طرزِ تبلیغ اور حسنِ تقریر کی بدولت خانقاہ مرجع خلائق بن گئی مریدین وسالکین اور طلباء طالبین کے علاوہ امراء ورؤسا اور خلق خدا جوق درجوق آنے لگی۔ آپ کی دریا دلی اور علمی فضیلت نے حکمران وقت کے ایوانوں میں ہلچل مچا دی۔ ملتان کی خانقاہ میں آپ خود وعظ فرماتے اور باہر کے ممالک میں اپنے خلفاء کو بھیجتے کاٹھیاوار، دکن، پنجاب اور دہلی میں ''مدرسہ بہائیہ'' کے ہزاروں فارغ التحصیل طلباء وعظ وارشاد کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ [۴]

حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے وعظ ونصیحت کا طریقہ کار یہ تھا کہ نماز ادا کرنے کے بعد مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہو کر تفسیر وحدیث پڑھاتے۔ اپنے اسباق کو بر محل اشعار اور حکایات سے دلچسپ بناتے۔ وعظ ونصیحت کے لیے مناسب وقت منتخب کرتے۔ جب شہر کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو جاتے اور خانقاہ میں اکٹھے ہوتے تو آپ اس وقت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے اور برائی سے منع فرماتے ان پر شفقت فرماتے۔ ان کے لیے خود دستر خوان بچھاتے اور کھانا ان کے

ساتھ کھاتے۔غریبوں یتیموں، مسکینوں ضرورت مندوں اور اقامتی طلباء کی ضروریات کو خاص طور پر پورا کرتے۔ان کے ساتھ بیٹھتے ان کی مشکلات کو سنتے اور ان کا ازالہ فرماتے۔خانقاہ کا ہر سالک ملتان کا ہر شہری اور مدرسہ کا ہر طالبعلم یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر ان کا مقرب اور ان کے ہاں معزز و محترم اور کوئی نہیں۔مجلس میں جو غیر حاضر ہوتا۔ان کے حال دریافت فرماتے۔اگر کوئی بیمار ہوتا تو بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔تعلقات کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے جس کے ساتھ تعلق ہوتا اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔[۵]

حضرت بہاء الدین زکریاؒ دونوں شعبوں کی نگرانی خود فرماتے ،طلباء و اساتذہ کے قیام و طعام اور ان کے اخراجات خود برداشت کرتے۔اسباق اور اوقات خود مقرر فرماتے ،نماز اور عبادت و ریاضت کے اوقات خود مقرر فرماتے اسی طرح تبلیغ کے شعبہ کی نگرانی کرتے آپ سے پہلے حضرت سلطان سخی سرورؒ جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے براہِ راست شاگرد اور مرید تھے اسلام کی ترویج و اشاعت میں ان کے خلفاء و مریدین کی جماعتیں سرگرم عمل تھیں لیکن وہ منظّم نہ تھیں آپ نے ان تبلیغی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے ہوئے انہیں منظّم کیا۔دس دس میل کے فاصلے پر ان کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں یہ تبلیغی وفود کشمیر، گوادر، راس کماری، بنگال اور ہندوستان کے دیگر حصوں میں جاتے اور واپسی پر ایک بڑی جماعت کی شکل میں توحید کی صدائیں بلند کرتے ہوئے شیخ الاسلامؒ کی خانقاہ میں حاضر ہوتے اور اپنے تبلیغی سفر کی مکمل روداد بیان کرتے۔اس جماعت کا قائد ''خلیفہ'' کہلاتا تھا۔یہ تبلیغی وفود دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اشاعتِ اسلام میں مصروف رہتے۔کھانے پینے کے لیے زادِ راہ موجود ہوتا، رہائش کے لیے جہاں رات آجاتی خیمہ نصب کر کے سو جاتے۔دینِ حق کی تبلیغ کے

علاوہ کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہوتا جس شہر میں جاتے حکمرانوں سمیت عوام الناس کا احترام کرتے ۔ کیونکہ تبلیغ کے علاوہ ان کا کوئی سیاسی مقصد نہ ہوتا جہاں جاتے ۔ اسلام کا چراغ جلاتے ، کفر و الحاد کے اندھیروں کو مٹاتے ، جس ملک یا شہر میں حالات سازگار ہوتے وہاں مدارس قائم کرتے اور تربیت کے لیے خانقاہ کی بنیاد ڈالتے ۔ ان مدارس میں بھی ملتان کے مرکزی مدرسہ بہائیہ کا نصاب پڑھایا جاتا روحانی تربیت کے لیے روحانی مراکز قائم کیے گئے ، ایسے مراکز ملتان کے علاوہ سندھ اور پنجاب کے دیگر تمام علاقوں میں موجود تھے ۔ جب تبلیغی وفود ان علاقوں میں جاتے تو وہاں کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر حلقۂ ذکر و فکر میں شریک ہو جاتے ۔ بعض لوگ ان مراکز میں خلوت نشین ہو کر تزکیۂ نفوس کرتے تبلیغی جماعت کے ارکان ان مراکز میں سالکین کی تربیت کرتے انہیں ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت کا طریقہ بتاتے ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

''حضرت بہاء الدین زکریاؒ اپنے عہد میں اولیاء کے سردار تھے ۔ علومِ ظاہری کے تبحر عالم اور علومِ باطنی یعنی مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے ان کے ساتھ جمہور اولیاء اللہ کے سلاسل جڑے ہوئے تھے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ۔ کفر سے ایمان ، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف بلانے میں آپ کا منفرد مقام تھا ۔'' [٦]

عبادت وریاضت اور رشد و ہدایت میں کسبِ حلال کو بہت اہمیت دیتے۔
بیعت کرنے سے پہلے عقائد اور ذریعۂ معاش کے متعلق پوچھتے مرید کو رزقِ حلال کی ترغیب دیتے۔ جب بھی کسی کو کچھ عطا فرماتے تو سنّت کی اتباع کرتے ہوئے بغیر احساس دلائے عمدہ چیز عطا فرماتے۔ طلباء اور اساتذہ کا خاص خیال رکھتے اپنے صاحبزادوں کے معلّمین کا خاص خیال رکھتے۔ ان کو ضروریاتِ زندگی کے علاوہ سونے چاندی سے مالا مال کر دیتے۔ یہ جود وسخا ہر ایک کے لیے روا تھا۔[۷]

آپ کامل یقین رکھتے تھے کہ رزقِ حلال کے بغیر نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ ہی تبلیغ وارشاد میں کوئی اثر پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے کسبِ حلال کو یقینی بنایا اللہ نے آپ کو دین کے ساتھ دنیا سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے ذاتی سرمایہ سے ملتان کے علاوہ پورے برصغیر میں تجارتی مراکز قائم کیے۔ سکھر، بھکر اور منصورہ میں آپ کے بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور تھے۔ یہاں سے سامانِ تجارت آپ کے مبلّغین دوسرے ممالک میں لے جاتے۔ سندھ سے سامانِ تجارت بذریعہ سمندری راستے عراق، عرب اور مصر جاتا اور لاہور سے براستہ خشکی دہلی، ایران، افغانستان کی تجارتی منڈیوں میں پہنچتا۔ آپ کی زرعی اجناس بھی غیر ملکی منڈیوں میں جاتیں اور اس کا منافع غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں پر خرچ ہوتا تھا مسافروں کے لیے سرائیں اور بیماروں کے لیے ہسپتال کھولے جاتے۔ کوٹ کروڑ، لودھراں، دراہن واہن کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں اس عہد میں دریائے ستلج عروج پر تھا اور آپ کی زمینوں پر سے گزرتا تھا اس کے پانیوں نے آپ کی زرعی زمینوں کو زرخیز بنا دیا تھا اور زمین سونا اُگل رہی تھی۔ ان زمینوں کی آمدنی، مدرسہ بہائیہ اور تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تجارتی مقاصد کے لیے بھی استعمال ہوتی تھی۔[۸]

مولانا نور احمد فریدی نے شیخ الاسلامؒ کے مرید کے حوالے سے کسب حلال کے ضمن میں بڑی دلچسپ بات لکھی ہے کہ میں نے آپؒ کے ایک مرید کی تحریر کردہ کتاب ''کسب نامہ'' بزبان فارسی دیکھی ، جس میں حجام، ترکھان ، جولاہوں ، دکانداروں اوران کے اوزاروں کا ذکر تھا۔حجام کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا تھا۔اس میں حجامت کے اوزاروں کا ذکر تھا کہ یہ کب ، کہاں اور کس لیے اتارے گئے ۔اس کے بعد حجام کے لیے آداب اور چند دعائیں بیان کی گئی تھیں تاکہ وہ حجامت کرتے ۔وقت بے ہودہ گفتگو کی بجائے وہ دعائیں پڑھتا رہے۔استرا اٹھانے اور استعمال کرنے کی دعائیں مختلف تھیں ۔اسی طرح قینچی اٹھانے اور چلانے کی دعا اور تھی۔اسی طرح دھوبی کے لیے دعائیں اور ہیں ۔اوران کے کپڑوں کو اٹھانے ، دھونے ، پھٹے پرانے کپڑے سینے اور خشک کرنے کی الگ الگ دعائیں ہیں ۔ساتھ ہی یہ وعید لکھی گئی ہے کہ اگر تم جان بوجھ کر کپڑا خراب دھوؤ گے یا پھاڑو گے ۔تو روزِ قیامت تمہارا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا اس طرح جولاہوں کے لیے بھی ہدایات لکھی گئی ہیں ۔[۹]

''کسب نامہ'' اوران دعاؤں پر غور کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ ''کسب نامہ'' درحقیقت ''ترغیب نامہ'' ہے جس میں شیخ الاسلامؒ نے کسب حلال کی طرف اپنے مریدین کو اس موثر انداز کے ساتھ راغب کیا ہے کہ حجام، دھوبی ، دکاندار اور جولاہا اپنے پیشے سے عار محسوس کرنے کی بجائے اسے عبادت سمجھ کر اپنائے اپنی روزی بھی کمائے اور آخرت بھی سنوارے یہی انداز آپؒ نے زندگی سے وابستہ دوسرے شعبہ میں اپنایا، یہاں تک کہ آپ کے گھر اور خانقاہ کے خدام کا ہاتھ کام میں اور دل وزبان یادِ الٰہی میں مصروف رہتے گھر میں کام کرنے والی عورتیں چکی پیسنا شروع کرتیں تو ان کا ہاتھ چکی چلانے میں ہوتا اور زبان پر کلام پاک ہوتا ادھر کام ختم تو

ادھر قرآن مجید ختم ہوتا۔[۱۰]

سنت کے خلاف کوئی کام ہوتا دیکھ لیتے تو فوراً گرفت فرماتے۔ بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار بخارا کا ایک متبحر عالم دین ان کی خانقاہ میں حاضر ہُوا۔اس نے اپنے سر پر دستار سنتِ رسول ﷺ کے خلاف باندھی ہوئی تھی۔ دستار کا ایک حصہ پیچھے لٹک رہا تھا اور ایک سِرا سر کے اوپر ابھرا ہوا تھا۔آپ نے فرمایا مولوی صاحب! آپ اپنے ساتھ دو سانپ لے آئے ہیں۔،یعنی ایک تو دستار کی چھور اور دوسرا بالوں کی چوٹی مولوی صاحب نے اسی وقت اپنے سر کے بال منڈوا دیئے اور دستار سنتِ رسول ﷺ کے مطابق باندھنے کی تجدید کی۔اس کے بعد بابا فریدؒ نے فرمایا کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ نفیس نگاہ رکھتے تھے یعنی وہ آنے والے کو دیکھ کر اس کی حقیقت حال تک پہنچ جاتے۔ ایک بار ایک عبادت گزار آپ کی خدمت میں آیا آپ نے اسے فرمایا کہ اٹھو اور مجھے دو رکعت نماز نفل ادا کر کے دکھاؤ تا کہ میں دیکھ سکوں کہ تم عبادت میں سنت مصطفیٰ ﷺ کی اقتدا کرتے ہو یا نہیں۔وہ شخص جس کا نام سلیمان تھا، اٹھا اور دو رکعت نماز نفل ادا کرنے لگا۔مگر وہ اپنے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ سنت کے مطابق نہیں رکھ پا رہا تھا۔آپ نے انہیں سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کا طریقہ سمجھایا۔[۱۱]

سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری میں کبھی اپنے نفس کو آڑے نہ آنے دیتے علماء و مشائخ کے ساتھ رواداری سے پیش آتے۔ جہاں اتباعِ سنت کا ذکر آتا، بلا تاخیر کر گزرتے۔ قاضی قطب الدین کاشانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ ناصرالدین قباچہ انہیں خاص طور پر دہلی سے ملتان لایا تھا اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے قائم کردہ مدرسہ بہائیہ کے مقابلہ میں ایک عالی شان درس گاہ تعمیر کر کے دی جہاں وہ درس دیتے اور امامت کراتے تھے۔حضرت بہاء الدین زکریاؒ کبھی کبھار صبح کی نماز

ان کی امامت میں ادا کر لیتے تھے۔ایک بار قاضی قطب الدین کاشانی نے آپ سے پوچھا کہ آپ دور سے آکر میرے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اپنی خانقاہ میں کیوں نہیں پڑھ لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں:

''من صلی خلف عالم تقی فکالما خلف نبی مرسل ''

''جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز پڑھی''۔[۱۲]

شیخ الاسلامؒ نے اپنے اوقات کو مصروفیات کے مطابق تقسیم کر رکھا تھا ہر کام ٹائم ٹیبل کے مطابق کرتے۔مسندِ علم پر جلوہ افروز ہو کر تدریس کا فریضہ انجام دیتے۔ تبلیغی وفود مقرر کرتے اور سالکین کو سلوک کی منازل طے کراتے عوام الناس سے ملاقات کرتے۔ علماء و مشائخ کے ساتھ مجالس منعقد کرتے حکومتی اراکین کو نصیحتیں کرتے اور حکمرانوں پر گرفت فرماتے تھے۔ان تمام امور کی بجا آوری کے باوجود یادِ الٰہی سے کبھی غافل نہ ہوتے۔عبادت و ریاضت کے اوقات عمر کے آخری لمحوں تک قائم رہے۔ رات قیام میں گزر جاتی دو رکعت نفل نماز میں قرآن مجید ختم فرماتے حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو آج رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین خاموش ہو گئے۔شیخ بہاء الدین زکریا آگے بڑھے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن مجید ختم کر کے چار سپارے مزید پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ کر نماز پوری کی۔آپ فرمایا کرتے مجھے جو کچھ ملا ہے، نماز سے ملا ہے۔[۱۳]

ساری زندگی نماز با جماعت ادا کرتے رہے فجر کی نماز کے بعد ارشاد و اصلاح کی مجلس قائم کرتے علماء و مشائخ آپ کی مجلس کے منتظر رہتے علمی نکات زیر بحث لاتے سلوک و معرفت پر گفتگو ہوتی مجلس میں موجود علماء و مشائخ اور حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے۔ بابا فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آپ کی مجلس میں موجود تھا، زُہد کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''زُہد اردرویشی تین چیزوں کا نام ہے، جن میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں وہ زاہد ہے پہلے دنیا کو پہچاننا اور پھر اس سے ہاتھ کھینچ لینا، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا اور ملحوظ خاطر رکھنا تیسرا یہ کہ آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب کی کوشش کرنا'' [۱۴]

اس طرح آپ نے دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اوّل: جوز کوٰۃ اٹھالے اللہ اس سے مال اٹھالیتا ہے۔

دوم: جوصدقہ اور قربانی نہ دے اللہ تعالیٰ اس سے آرام اٹھالیتا ہے۔

سوم: جونماز کوترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے موت کے وقت ایمان چھین لیتا ہے۔

چہارم: یہ کہ جو دعا نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس سے قبولیت اٹھالیتا ہے۔ [۱۵]

آپ ترکِ لذیات، نفسانی خواہشات اور مجاہدہ و ریاضت کی ہمیشہ تلقین کرتے اور یہ فرماتے کہ مجاہدہ یہ ہے۔ نفس جس چیز کی خواہش کرے، بیس سال تک نفس کی اس خواہش کو پورا نہ کیا جائے۔ آپ فرماتے جیسا کہ میں نے بیس سال مسلسل مجاہدے اور نفس کشی میں گزارے دن کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا ایک چھٹا نک پانی

اور ایک چھٹانک روٹی پر روزہ افطار کرتا رہا۔ یہ ادنیٰ سے ادنیٰ مجاہدہ ہے۔ جو کہ ایک مقتدی کرسکتا ہے اس کے بعد فریضۂ حج سے سبکدوش ہوا، اس طرح کہ ہر گام دل سجدہ ریز رہا۔[۱۶]

بیس سال تک مسلسل آپؒ نے لوگوں کو دینِ حق کی تبلیغ کی، گمراہ ہدایت پاتے اور کافر ومشرک حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے مغرب کی نماز کے بعد سیر کرتے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد خلوت نشین ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے سنتِ رسول ﷺ کی سختی سے پابندی کرتے اور اپنے مریدین کو بھی پابندی کی تلقین کرتے بیعت کرتے وقت انہیں اس امر کی بھی ہدایت کرتے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ رہنے کے بعد استقامت اختیار کرو گے اور کسی پیر کے دروازے پر نہیں جاؤ گے کیونکہ مرید وہی ہوتا ہے جو ایک دروازہ پکڑے اور اسے محکم پکڑے۔[۱۷]

مریدین ومعتقدین کو اتباعِ سنت کی ہدایت فرماتے اور سمجھاتے کہ مجلس میں آؤ تو سنت کے مطابق ''السلام علیکم'' کہو اور جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جاؤ۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کا گزر ایک ندی کے کنارے سے ہُوا۔ وہاں آپ کے چند مرید وضو کر رہے تھے، آپ کو دیکھتے ہی وضو ادھورا چھوڑ کر آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ ایک درویش نے وضو مکمل کیا اور اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر آداب بجالایا۔ شیخ الاسلامؒ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم ان سب سے افضل ہو اور زاہد ہو کہ تم نے سنتِ رسول ﷺ کا لحاظ رکھا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ آپ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے احیا کے لیے ہر آن کوشاں رہے عبادت وریاضت، معیشت ومعاشرت، تجارت وزراعت اور قیام وطعام میں ہمیشہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کو ملحوظ رکھا اور دوسروں کو اس کی تلقین فرمائی

ایک دفعہ درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، ایک درویش کو دیکھا کہ وہ کھانا شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ ان تمام درویشوں میں یہ درویش کھانا کھانا جانتا ہے کیونکہ یہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق کھانا کھا رہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نان ثرید کو دوسرے کھانوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھے عام انبیاء پر حاصل ہے اور عائشہ کو تمام عورتوں پر حاصل ہے۔[۱۸]

تصانیف

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی تصانیف کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

1۔ کتاب الاوراد

کتاب الاوراد کا ایک خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔

یہ کتاب درحقیقت مسائلِ تصوف پر مشتمل ہے صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزہ، حج، طہارت و پاکیزگی اور توبہ و اخلاص کے مسائل کو صوفیانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے شیخ الاسلامؒ نے اس کتاب کے ذریعے عوام الناس کا بالعموم اور اپنے مریدین کا بالخصوص تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب کرنے کی کوشش کی ہے آپ کا مسلک تصوف شریعت کی پابندی کے ساتھ جڑا ہوا ہے اس کتاب کا انداز بھی مبلّغانہ ہے اس کتاب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ شرعی احکام میں اَفعل ولاتفعل زیادہ نہیں کرنی چاہیے یعنی ایسا کرو اور ایسا نہ کرو۔[۱۹]

اس کتاب میں آپ نے نماز پنجگانہ، نماز اشراق، نماز چاشت، تہجد، نماز احزاب و استخارہ اور نماز جنازہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے آپ کے ایک فاضل مرید مولانا علی بن احمد غوری نے ''کنز العباد'' کے نام سے ''کتاب الاوراد'' کی شرح تحریر

کی جو کہ ایک بحر محیط کی حیثیت رکھتی ہے "کتاب الاوراد" میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر نہایت علمی انداز میں کی گئی ہے وضو اور غسل کے مسائل بڑے لطیف پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں اور ورد وظائف بھی تلقین کیے گئے ہیں کتاب الاوراد حقیقت میں آپ کے تبلیغی مشن کا حصہ ہے اس مختصر تصنیف کے ذریعے آپ نے اپنے مریدین کی اصلاح وارشاد اور تربیت کے ساتھ ان کے اخلاق کی بھی اصلاح کی ہے عام لوگوں کو ارکان اسلام عقائد اسلام، ضروری مسائل اور عبادات و ریاضت کے علاوہ قرآن فہمی کی بھی تلقین فرمائی ہے اور ورد وظائف تلقین کر کے تہذیب نفس کا فریضہ انجام دیا ہے۔

2۔شروطِ اربعین

شروطِ اربعین کے ذریعے آپ نے اعتکاف کا طریقہ کار اور اس کے مسائل سمجھانے کی کوشش کی ہے شروط اربعین درحقیقت ایک ایسا تبلیغ نامہ ہے جس میں سالک کو اللہ سے لَو لگانے اور تنہائی میں اُسے یاد کر کے اس تک رسائی کا طریقہ بتایا گیا ہے شیخ الاسلامؒ نے اپنے مریدین کو یہ سمجھانے کی سعی کی ہے کہ بغیر خلوت اختیار کیے فقر و تصوف کا حصول ممکن نہیں ضروری ہے کہ سالک تنہائی کے لمحات نکال کر اپنے معبود برحق کو یاد کرلے تاکہ اُسے یکسوئی اور مشاہدہ حق میسر آسکے ایسا محسوس کرے کہ شروط اربعین شیخ الاسلام نے آنحضورﷺ کی اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائی:

"جو شخص صدق دل سے چالیس یوم ذکرِ الٰہی میں مصروف رہا تو
اس کی زبان سے حکمت اور دانائی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔"

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے شروط اربعین لکھ کر درحقیقت اعتکاف کے آداب شرائط سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے اس مختصر رسالہ میں بیان کردہ چالیس

شرائط معتکف کے لیے معبود برحق تک پہنچنے کا اہم وسیلہ ہیں۔

3۔رسالہ

بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردیؒ کے نام سے ایک رسالہ منسوب ہے۔ یہ آپ کے کسی مرید نے تحریر کیا تھا اس رسالہ کے ذریعے آپ نے تصوف کی حقیقت بیان کی ہے اور ساتھ ہی مخلوق خدا کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کی پیدائش کا مقصد معبودِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور حقِ بندگی ادا کرنا ہے سلوک کی منازل اور مریدین کی تربیت کا طریقہ بتایا اور انہیں تاکید کی کہ جب تک علمِ شریعت پر عمل نہ کیا جائے۔ اس وقت تک علم بیکار رہتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے شیخ کامل کی راہنمائی ضروری ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث کے ذریعے سالک کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اس کا دل ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ اس کے اعضاء کام میں لگے ہوئے ہوں۔ لیکن دل یادِ خدا میں ہر آن مشغول رہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت شہاب الدین سہروردیؒ حرمِ کعبہ میں حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا لیکن حضرت نجیب سہروردیؒ نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا۔ جب مشاہدۂ حق سے باہر آئے تو حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے پوچھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ کیوں نہ فرمائی۔ فرمایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ اس لیے نہ دی کہ میں مشاہدۂ حق میں مشغول تھا۔ اگر وہ وقت میرے ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر نہ آتا جبکہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا وقت دوبارہ میسر آنا بعید نہیں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت خضر

علیہ السلام دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ نے ان کا استقبال کیا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مرید مراقبہ میں ہو تو اس کی تمام تر توجہ خالقِ حقیقی کی طرف ہونی چاہیے سالک کے دل میں غیر خدا کی یاد کا گزر تک نہ ہو کیونکہ یہ معبودِ برحق کی عبادت میں شرک کے مترادف ہے شیطان وسوسے ڈالتا ہے، اس لیے سالک کو چاہیے کہ ان تمام وسوسوں کو دور رکھے اور اپنے آپ کو ربِ حقیقی کے حوالے کر دے اس رسالہ کے ذریعے شیخ الاسلامؒ نے اپنے مریدین کو سلوک کی منازل طے کرنے کا طریقہ خلوت اور مراقبہ کی شرائط اس طرح بیان کی ہیں:

(۱) خلوت اختیار کرنے کے لیے اتنے علم کا حصول ضروری ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق محسوس کر سکے۔

(۲) زُہد و پرہیز، مجاہدہ و ریاضت اور خلوت سلامتی کے لیے ہو۔ دھیان آخرت پر ہو، عاجزی و انکساری اس قدر ہو کہ خلوت میں رہنے والا اپنے آپ کو سب مخلوق سے حقیر جانے غرور و تکبر اختیار نہ کرے دل میں کسی فضول خیال کا گزر نہ ہو اور ہر وہ چیز جو اسے خالقِ حقیقی سے دور کرے، اس سے کنارہ کش رہ جائے۔

آپ اپنی مجالس، وعظ و ارشاد اور تقاریر میں حسن پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بھی کرتے تا کہ ان کی بات سننے والے کے دل میں اُتر جائے۔ [۲۰]

سیاسی خدمات:

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی سیاست پر گہری نظر تھی وقت کے حکمرانوں کے ساتھ راہ و رسم رکھتے تھے ناصر الدین قباچہ اور سلطان شمس الدین التمش کا دور دیکھا تھا۔ اپنے کمال علمی مرتبہ اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے حکمران وقت آپ کا احترام کرتے تھے۔

سلطان شمس الدین التمش آپ سے بہت متأثر تھا انہوں نے آپ کو بلند علمی مرتبہ تقویٰ پرہیزگاری اور سیاسی سوجھ بوجھ میں کمال رکھنے کی بناء پر ''شیخ الاسلام'' کے اعلیٰ عہدے پر فائز کیا تھا۔ سلطان التمش، زاہد و عابد اور نیک سیرت حکمران تھا۔ جبکہ ناصر الدین قباچہ ظالم اور کینہ پرور حکمران تھا۔ وہ صوفیاء سے بغض رکھتا تھا حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے تعلقات سلطان التمش کے ساتھ خوشگوار تھے، یہ بات ناصر الدین قباچہ کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور نہ ہی وہ شیخ الاسلامؒ کے جود و سخا سے خوش تھا قباچہ اگر چہ خود مختار حکمران نہ تھا۔ تاہم ملتان، سندھ اور اُوچ اس کی ولایت میں شامل تھے ان صوبوں کی حکمرانی نے قباچہ کو کافی حد تک سرکش بنا دیا تھا اور وہ ہر وقت سلطان التمش کے خلاف سازشوں کا جال بنتا رہتا تھا فسق و فجور کے علاوہ اس کا ظلم و ستم بھی رعایا پر حد سے بڑھا ہوا تھا ایک بار ایک غریب شخص کے بیٹے کو جرمانہ کر دیا وہ روتا ہوا شیخ الاسلام کے پاس آیا آپ نے اسے ایک ہزار اشرفی عطا کی اور فرمایا کہ یہ والیِ ملتان کو دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لاؤ آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ قاضی شرف الدین اصفہانی اس وقت ملتان شہر کے عامل تھے اور ناصر الدین قباچہ کی بے راہ روی، فسق و فجور سے نالاں رہتے تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ اور قاضی شرف الدین نے ناصر الدین قباچہ کی بے راہ روی اور فسق و فجور اور رعایا پر ظلم و ستم کے متعلق سلطان التمش کو بذریعہ خط مطلع کیا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار چنگیز خان تاتاری سلطان جلال الدین خوارزم کا پیچھا کرتے ہوئے سندھ تک آپہنچا اور اس کا ایک جرنیل تر طائی سندھ عبور کر کے بھیرا شہر میں داخل ہو گیا اور اہل شہر کو کشتیاں تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کشتیاں تیار ہو گئیں تو دریائے جہلم کو عبور کر کے ملتان پر حملہ آور ہُوا۔

ناصرالدین قباچہ چنگیزی لشکر سے بہت خوفزدہ ہوااور اسی عالم خوف میں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر مدد کی درخواست کی۔ بابا فریدالدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ سید جلال الدین تبریزی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قباچہ آگیا۔ خواجہ بختیار کاکی نے ایک تیر قباچہ کو دے کر فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور رات کو اندھیرے میں تاتاری لشکر کی طرف پھینک دو۔ ناصرالدین قباچہ نے ارشاد کے مطابق تیر کمان پر چڑھایا اور تاتاریوں کے لشکر کی طرف چلا دیا، صبح ہوئی تو تاتاریوں کے لشکر کا نام ونشان تک باقی نہ تھا۔ اس واقعہ کا قباچہ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ اور وہ صوفیاء کا احترام کرنے لگ گیا[۲۱]

سلطان شمس الدین التمش شہنشاہ ہندوستان آپ کو ضروری امور میں مشاورت کے لیے دہلی آنے کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ حکومتی امور کے علاوہ عدالتی امور میں بھی آپ مشورے دیتے رہتے تھے۔ سید جلال الدین تبریزی اور نجم الدین صغریٰ کا قصہ آپ نے نمٹایا تھا۔ اس سیاسی بصیرت اور حکمت عملی پر آپ کو شیخ الاسلام کے بلند مرتبہ پر فائز کیا گیا۔

اس واقعہ کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ سید جلال الدین تبریزی جو ایک بلند مرتبہ عالمِ دین اور باعمل صوفی تھے۔ غزنی سے دہلی تشریف لے گئے سلطان شمس الدین التمش نے علماء و مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ جو اس وقت شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز تھے ان سے شیخ کی عظمت و توقیر کا یہ منظر برداشت نہ ہوسکا رقابت وحسد کی آگ اُن کے دل میں بھڑک اُٹھی اور وہ سید جلال الدین تبریزی کے خلاف سازشوں کے جال بننے لگا کئی الزامات لگائے لیکن ندامت اٹھانا پڑی بالآخر ایک فاحشہ عورت کو 500 اشرفیاں دے کر سید

جلال الدین تبریزی پر زناء کی تہمت لگادی شیخ نجم الدین صغریٰ نے سلطان شمس الدین کو اس واقع سے مطلع کیا لیکن انہوں نے اسے جھوٹ قرار دے کر رد کر دیا نجم الدین صغریٰ آرام سے نہ بیٹھے سلطان شمس الدین نے شرعی احکامات کو پورا کرنے کیلئے علماء دین کو دعوت دی ۔ نجم الدین صغریٰ کے علم میں تھا کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور سید جلال الدین تبریزی کے درمیان کسی بات پر شکر رنجی پائی جاتی ہے انہوں نے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو خاص طور پر دہلی آنے کی دعوت دی سلطان شمس الدین نے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ نے فرمایا کہ آپ ان تمام علماء میں سے جسے چاہیں ثالث مقرر کرلیں آپ کو اجازت ہے شیخ نجم الدین صغریٰ نے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کا نام منتخب کیا اس بناء پر کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ سید جلال الدین تبریزی سے کسی بات پر ناراض ہیں فیصلہ کے لیے مسجد میں عدالت لگ گئی سید جلال الدین تبریزی کو طلب کیا گیا جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے آگے بڑھ کر ان کے جوتے اتار لیے سلطان شمس الدین التمش یہ منظر دیکھ کر سمجھ گیا کہ سید جلال الدین بے گناہ ہیں لیکن اس کے باوجود شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے شرعی تقاضا پورا کرنے کیلئے اُس عورت کو بلایا اور بھری مجلس میں پوچھا کہ اے عورت سچ بتا کہ حقیقت کیا ہے؟ وہ عورت خوف سے کانپنے لگی اور کہا کہ مجھے نجم الدین صغریٰ نے ایسا کرنے کو کہا تھا اور اس مقصد کے لیے 500 اشرفیاں دینے کا وعدہ کیا تھا 250 دے دی ہیں اور 250 احمد مشرف نامی سبزی فروش کے پاس بطور امانت موجود ہیں جب سبزی فروش سے ان اشرفیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے اس بات کی تصدیق کر دی اُن کو اس عہدہ جلیلہ سے برطرف کر کے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو اس پر فائز کر دیا۔ [۲۲]

سیاسی خدمات

جس عہد میں آپ نے وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا وہ باطنیہ اور قرامطہ کے عروج کا دور تھا۔ ان کے عقائد اہلسنّت و جماعت کے خلاف تھے جو لوگ قرامطہ اور اسماعیلیہ عقائد کے خلاف تھے۔ ان کا خون بہانا وہ حق سمجھتے تھے وہ ابتداء میں لوگوں کو اپنے عقائد کا حامی بناتے۔ اس کے بعد خفیہ طور پر افراتفری پھیلانے کی منصوبہ بندی کرتے۔ اس کے بعد حملہ کرتے اور اس علاقے شہر یا ملک پر اپنا قبضہ قائم کرتے۔ اپنے اسی منشور اور منصوبہ بندی سے کئی شہروں پر اپنا قبضہ جما چکے تھے۔ مصر، عراق، شام سمیت ملتان شہر بھی ان کے تسلط میں تھا قرامطہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے سادات کو استعمال کرتے تھے۔ جہاں سادات کے مقیم ہونے کا علم ہوتا وہاں پہنچ جاتے اور اپنی گردنیں اطاعت کے لیے جھکا دیتے۔ سندھ اور ملتان میں چونکہ سادات کی کثیر تعداد سکونت پذیر تھی اس لیے قرامطہ نے سندھ اور ملتان کو بھی اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور اپنی خفیہ تبلیغ اور منصوبہ بندی سے ملتان میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرلیا۔ محمود غزنوی نے ان پر کئی حملے کیے۔ لیکن ان کا زور نہ ٹوٹا۔ یہاں تک کہ 571 ھ میں شہاب الدین غوری نے زوردار حملہ کرکے قرامطہ کی کمر توڑ ڈالی۔ تاہم قرامطہ کا مکمل طور پر صفایا نہ ہوسکا شہاب الدین غوری کے بعد سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش بھی قرمطہ سے برسرپیکار رہے لیکن قرامطہ نے اپنا وجود برقرار رکھا۔ قطب الدین ایبک کے بعد ناصرالدین قباچہ نے ملتان پر قبضہ کرلیا ان دنوں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی خانقاہ صوفیاء کرام اور مشائخِ عظام کی آماجگاہ اور علم و ادب کا گہوارہ بنی ہوئی تھی اپنی علمی و دینی، تبلیغی و روحانی سرگرمیوں اور فیوض و برکات کی وجہ سے برصغیر میں آپ کا دور ''خیرالاعصار'' کے نام سے شہرت پاچکا تھا۔ [۲۳]

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ ملتان اپنی علمی اور ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے ''قبتہ الاسلام'' کہلاتا تھا اور عالمِ اسلام میں شہرت پا چکا تھا۔ مختلف ممالک کے علماء و مشائخ وہاں موجود تھے۔[۴۴]

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے اپنے وعظ و ارشاد اور تبلیغ سے نہ صرف یہ کہ قرمطہ کے اثرات اور ان کے باطل عقائد کا زور توڑا بلکہ انہیں اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر کے مبلّغِ اسلام بنا دیا جو کام محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی تلوار نہ کر سکی وہ کام آپ کی اثر آفرین تبلیغ نے کر دیا آپ نے اپنی روحانی تعلیمات اور دلنشین ارشادات سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی سے سرفراز کیا آپ کا وجود سرزمینِ ملتان کے لیے بادِ بہاری کا ایک ایسا جھونکا ثابت ہوا جس نے اہلیانِ ملتان کے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا۔

قرامطہ اور اسماعیلیہ فرقے کی تعلیمات کا اثر زائل کرنے کے لیے فقہ و تصوف کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ جہالت اور مادہ پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے علم و حکمت کا چراغ جلایا اسلامی شعار اور نئی روایات کو زندہ کرنے کے لیے نظامِ خانقاہی کی حقیقی روح کو اجاگر کیا۔ افلاطونی فلسفوں اور باطنی تاویلات کا ردّ پیش کیا اسلام کی حقیقی فکر کی حفاظت کے لیے مبلغین و مصلحین کی جماعتیں تشکیل دیں۔ مصادرِ دین اور حدیث و فقہ کی ترویج و اشاعت کا باقاعدہ شعبہ قائم کیا تشکیل و الحاد اور شکوک و شبہات کی مسموم فضاء میں علمی طرزِ استدلال اپنا کر لوگوں کے مضطرب قلوب کو سکون و اطمینان فراہم کیا۔ اضطرابِ عقائد کے اس دور میں ایسی روحانی فضاء قائم کی جس نے ایمان کی دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ جوالہ بنا دیا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت سلطان سخی سرورؒ اور حضرت

شہباز قلندرؒ اجمعین جیسے اولیاء کرام کے ساتھ علمی و دینی مباحث اور تبلیغ و اصلاحی مجالس منعقد کر کے اہلیانِ ملتان کے تنِ مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ اپنی انہی مجالس اور تعلیمات کے ذریعے مخلوقِ خدا کو ضلالت و گمراہی کے پاتال سے نکالا باطل کے خارجی حملوں اور سیاسی انتشار سے محفوظ رکھا ایسے دشمنوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا جنہیں نیزہ وتلوار کی طاقت زیر نہ کر سکی۔

مولانا نور احمد خان لکھتے ہیں:

> ''شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے جب دیکھا کہ حاکم ملتان کی لاپرواہی کے سبب قرامطہ کی ملحدانہ تعلیمات غیر شعوری طور پر عوام کے قلب و دماغ پر چھا رہی ہیں۔ تو انہوں نے قرامطہ کے اثر و نفوذ کو مٹانے اور نوعِ انسانی کو اسلام سے متعارف کرانے کا باقاعدہ منصوبہ تیار کیا قرامطہ کے ساتھ ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے قدیم مندر'' پر ہلا دجی'' کے سامنے مسندِ ارشاد بچھائی جو ہندو پوجا کے لیے مندر آتے آپ انہیں دعوتِ اسلام دیتے آپ کی دعوت اور نورانی چہرے کا یہ اثر ہوتا کہ وہ بلا تأمل کلمۂ شہادت پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتے اور کہتے کہ آپ منش نہیں بلکہ بھگوان کے اوتار ہیں جو دھرم آپ کا ہے وہی ہمارا ہوا'' [۲۵]

ہندوؤں کے اس قدیم مندر کے سامنے اپنی خانقاہ قائم کر کے اشاعتِ

اسلام کا آغاز کیا خانقاہ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا ایک شعبے میں مسندِ علم بچھائی قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کے شعبے کے ساتھ ٹیکنالوجی کا شعبہ بھی قائم کیا۔

خانقاہ میں آنے والوں کو سب سے پہلے علم کے زیور سے آراستہ کرتے انہیں قرآن و حدیث، شریعت و طریقت اور تبلیغ کے آداب سکھاتے مختلف ممالک کی زبانوں کی تعلیم دیتے۔ اس شعبہ میں علماء پیدا کرتے اس شعبے کے فارغ التحصیل علماء کو خانقاہ کے دوسرے شعبے میں تربیت دی جاتی انہیں مجاہدہ و ریاضت اور آدابِ تبلیغ سکھائے جاتے مختلف ممالک کی زبانیں وہاں کی تہذیب و ثقافت، آدابِ معاشرت اور گفتگو کا سلیقہ سکھایا جاتا۔ آپ فارغ التحصیل طلباء کو ذہنی طور پر تیار کرتے کہ آپ کو اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ فی سبیل اللہ سر انجام دینا ہے انہیں ان کی مرضی کے مطابق تبلیغ پر بھیجتے جو مبلغ جس علاقے میں جانے کا ارادہ ظاہر کرتا اسے اس ملک کی روایت اور معاشرت کے ساتھ اس علاقے کی زبان کی تعلیم دیتے مبلغین کے وفود کی تشکیل میں بڑی احتیاط سے کام لیتے میرِ کارواں کو زادِ راہ دیتے جو پانچ ہزار اشرفیوں پر مشتمل ہوتا۔ [۲۶]

خانقاہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے مبلغین سوداگروں کے لباس میں جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین کا سفر کرتے اور وہاں جا کر اپنا سامانِ تجارت فروخت کرتے وہاں کے لوگوں سے راہ رسم پیدا کرتے اور پھر مناسب موقع دیکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دیتے ان مبلغین کی دیانت داری، لین دین میں حسن اخلاق گفتگو میں عاجزی و انکساری اور صاف گوئی سے لوگ متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے اور اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول کر لیتے۔ [۲۷]

شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے اپنی ساری عمر اشاعت اسلام اور مصطفائی

معاشرے کی تشکیل میں گزاری آپ کی علمی و دینی اور سیاسی و سماجی خدمات آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

سماجی خدمات

تاریخ ہم سے اس حقیقت کو تسلیم کرواتی ہے کہ اولیاء اللہ (رحمھم اللہ تعالیٰ) کے حسنِ کردار کے باعث دنیا بھر میں اسلام پھیلا مظاہر فطرت کی پرستش کرنے والوں، آگ کو پوجنے اور خود ساختہ بتوں کے آگے سر بسجود ہونے والوں نے اپنے آباء اجداد کی راہ ترک کر کے دین کے باعمل مبلغین کی روش کو اپنایا۔

خدائے واحد کے آگے جھکنے کی اہمیت سمجھی، فضائلِ اخلاق کو اختیار کیا اور ذائلِ اخلاق کو ہمیشہ کے لیے تج دیا تو ہم اولیاء اللہ (رحمھم اللہ) کے نام لیواؤں کو صرف کشف اور کرامات کے تذکرے تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔اور صرف ان بزرگان دین سے عقیدت و ارادت کے مظاہرے ہی کو دین نہیں سمجھ لینا چاہیے بلکہ ان کی تعلیمات پر ان کے اخلاق پر اور ان کے سماجی بہبود کے کارناموں پر غور بھی کرنا چاہیے اور ان کی تبلیغ پر بھی پوری توجہ منعطف کرنی چاہیے۔تاکہ معلوم ہو کہ انھوں نے سماجی بہبود کے لیے معاشرے کی اصلاح کے لیے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دیے۔اس طرح ہم خداوند کریم کے ان دوستوں کی زندگیوں کو بہتر طور پر خراجِ تحسین و عقیدت پیش کر سکیں گے اور ان کی دکھائی ہوئی راہ پر چل کر اور لوگوں کو چلا کر حسنِ معاشرت کو عام کر پائیں گے۔[۲۸]

''اسلامی انسائیکلو پیڈیا'' میں ہے:

''حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی خزانوں سے بھی مالا مال کر رکھا تھا آپؒ کے یہاں زراعت و تجارت

بڑے پیمانے پر ہوا کرتی تھی بہت سے ملازم اور کارندے تھے
۔اس کی آمدنی ایک لنگر خانے پر صرف ہوتی تھی جہاں سینکڑوں
بندگانِ خدا روزی حاصل کرتے تھے آپ کی اپنی غذا محض قلیل
ہوتی تھی اتنی کہ قوت بحال رہے ایک مرید کو لکھتے ہیں کہ بدن کی
سلامتی کم کھانے میں، روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی
سلامتی کثرتِ درود میں ہے۔[۲۹]

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کی جلد پنجم کی تیسری مجلس میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

''اگر وہ کسی کو کوئی چیز دیتے تھے تو خوب دیتے تھے ایک دفعہ
ملتان کے والی کو غلے کی ضرورت پڑی، اس نے شیخ بہاء الدینؒ
سے اس کے لیے درخواست کی آپ نے فرمایا کہ ایک ڈھیر
اسے دے دو والی نے اپنے عملے کو بھیجا کہ وہ ڈھیر سے غلہ لے
آئیں اس غلے میں چاندی سے بھرا ہوا ایک مٹکا نکل آیا عملے
نے والی کو اطلاع دی، اس نے کہلوایا کہ شیخ نے ہمیں غلہ دینے
کو فرمایا ہے یہ چاندی دینے کو نہیں فرمایا اس چاندی کو شیخؒ کی
خدمت میں پہنچا دو جب یہ بات شیخ کی خدمت میں عرض کی گئی
انھوں نے کہلوا بھیجا کہ زکریاؒ کو یہ معلوم تھا تمھیں یہ غلہ اس
چاندی سمیت دیا گیا ہے''[۳۰]

''اردو دائرہ معارفِ اسلامی'' اور ''اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' میں ہے کہ

''جب ۶۴۴ھ میں منگولوں نے ملتان کا محاصرہ کر لیا اور ہرات
کا حکمران بھی ان کے ساتھ مل گیا تو شیخ نے اپنے پاس سے حملہ
آوروں کو ایک لاکھ دینار کی رقم پیش کی اور انھیں محاصرہ اٹھا لینے
پر رضا مند کر لیا'' [۳۱]

تذکروں میں ''سیر العارفین'' کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلامؒ کے استغنا اور بے نیازی کے متعلق درج ہے کہ:

''ایک دن اپنے خادم سے فرمایا کہ جس صندوقچے میں پانچ ہزار
دینار سرخ رکھے ہیں لے کر آؤ خادم آیا اور اس نے واپس آ کر
کہا صندوقچہ کہیں نہیں ملا فرمایا: الحمدللہ! خادم دوبارہ گیا اس
مرتبہ تلاش کرنے پر صندوقچہ اسے مل گیا آپؒ اس پر بھی
''الحمدللہ'' کہہ کر خاموش ہو گئے لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ
آپؒ نے صندوقچہ گم ہونے پر بھی الحمدللہ کہا اور مل جانے پر بھی
الحمدللہ فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا بات یہ ہے کہ فقیروں کے
لیے دنیا کا وجود اور عدم برابر ہے انھیں نہ کسی چیز کے ملنے پر خوشی
ہوتی ہے نہ کسی چیز کے جانے کا غم پھر وہ پانچ ہزار دینار ضرورت
مندوں میں تقسیم کر دیے'' [۳۲]

نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ دریا میں زبردست طغیانی آ گئی حضرت شیخ الاسلامؒ نے دعا کی اور اپنا کوزہ لوگوں کو دیا کہ اسے دریا میں ڈال دو اللہ نے اس کی برکت سے سیلاب کو آنِ واحد میں ختم کر دیا۔

اسی واقعے کی وجہ سے اب تک برصغیر کے ملاحوں میں یہ رسم چلی آئی ہے کہ جب کشتی کہیں بھنور میں پھنس جاتی ہے تو وہ ''مدد بہاء الحق'' کا نعرہ لگاتے ہیں خدا کے فضل و کرم سے وہ خطرہ ٹل جاتا ہے''[۴۳]

یہ تو حضرتؒ کی کرامت ہوئی لیکن اس کے ساتھ انھوں نے سماجی بہبود کا اپنا رویّہ اس طرح جاری رکھا کہ سیلاب زدگان اور بے گھر لوگوں کی آبادکاری کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے لاکھوں روپے اور منوں اناج متاثرہ خاندانوں میں تقسیم کیا گیا آپ اپنے خدّام سے فرمایا کرتے تھے کہ گھر میں جتنا روپیہ اور گندم چاول ہیں ان کو شام سے پہلے پہلے ختم کر دیا کرو ایسا نہ ہو کہ مال و اسباب ہمارے گھر میں پڑا رہے اور غریب بھوکے مرتے رہیں''[۴۴]

نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ الاسلامؒ کو ربِّ جلیل نے دینَ اور دنیا دونوں کی سربلندی عطا کی تھی آپؒ کو آباءِ کرام کی طرف سے بہت بڑا خزانہ ترکہ میں ملا تھا جسے آپؒ نے درویشوں کے لیے حجرے اور مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرنے اور ''زکریا یونیورسٹی'' کے ابتدائی انتظامات پر خرچ کر دیا تھا۔ بایں ہمہ فتوحاتِ غیبی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ لاکھوں آتے اور لاکھوں خرچ ہوتے۔ حضرت اپنی اراضیات کی پیداوار، ملک کی خام اجناس اور مصنوعات معتمد خدّام کی معرفت دساور کو بھجواتے تھے۔ مبلغین کی طرح ان کو بھی یہ ہدایت ہوتی تھی کہ کم نفع پر بیچو اور دیانت داری سے معاملہ کرو اس کے علاوہ کوٹ کروڑ میں حضرت کی جو ذاتی جائیداد تھی اس سے بھی بڑی آمدن ہوتی تھی تحصیل لودھراں میں ''واہی غوث الملک'' اور ''قطعہ پیر'' کے نام سے سرسبز اور زرخیز اراضیات سونا اُگل رہی تھیں سالانہ آمدنی لاکھوں روپے تھی'' [۳۵]

سماجی بہبود کا تعلق محض مسلمانوں ہی کے ساتھ تو نہیں پورے سماج کے ساتھ ہے سارے معاشرے کی بہبود پیش نظر ہو تو سب سے پہلے انسانیت کی بہبود کے نقطہ نظر

سے انھیں اسلام کی برکات سے آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے دین میں جبر نہیں لیکن سچ کو حق فراموش آبادی تک پہنچانا اور انھیں اس حقیقت سے آگاہ کرنا بہت ضروری ہوتا ہے کہ اسلام محبت کا دین ہے محبتوں، اپنائیتوں کو فروغ دینا چاہتا ہے۔

پوری انسانیت کی بہتری چاہتا ہے جھگڑے، فساد، شورش کو ختم کرنے کا خواہش مند ہے صلح وآشتی اور سلامتی کو رواج دے کر دنیا میں سکون وطمانیت کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

شیخ الاسلام غوث العالمین بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے اس اہم کام کی طرف بھی پوری توجہ دی اور اس طرح سماجی بہبود کے دائرے کو سنتِ سرکار عالم ﷺ کی تقلید واتباع میں زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لیے مبلغین کی جماعتیں تشکیل دیں۔

اس طرح یہ علماءِ ربانی سوداگروں کے لباس میں کشتیوں پر سامان تجارت لاد کر روانہ ہوتے اور جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین تک پہنچ کر دکانیں کھولتے اور دیانتداری سے لین دین کرتے اور ساتھ ہی لوگوں پر اسلام پیش کرتے جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا اور لوگ ان کے حُسنِ اخلاق، ان کی خدا ترسی، دینداری، دیانت داری اور معاملات میں صفائی ستھرائی دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے اور بالآخر اسلام قبول کر لیتے آج مشرقِ بعید کے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں جو کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں انہی تاجر مبلغین کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں[۳۶]

اس درسگاہ سے تیار علماء اندرون ملک بھی تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے تھے حضرت شیخ الاسلامؒ نے سلسلہ سہروردیہ کا ایک بہت بڑا مرکز قائم کیا یہاں سے مبلغین اور واعظین کی جماعتیں سندھ، پنجاب، مکران، کشمیر اور دہلی بھیجا کرتے۔[۳۷]

سب کتابوں میں حضرت کے وسیع دسترخوان اور مہمان نوازی کا خصوصی ذکر ملتا ہے۔

نور احمد خان فریدی کی ''تاریخ ملتان'' کے حوالے سے پروفیسر محمد سعید نے لکھا:

''حضرت بہاء لدین زکریاؒ کے لنگر خانے سے صبح وشام کھانے کے علاوہ مسافروں کو زادِ راہ اور منزل پر پہنچانے کے لیے گھوڑا بھی عطا کیا جاتا تھا'' [۳۸]

اگر چہ تمام صوفیہ، تمام اولیاء اللہ، بزرگان دین رحمہم اللہ اپنی شخصیت کی پاکیزگی کے ساتھ، گفتار و کردار کے ذریعے اپنے حسنِ سلوک سے، اعلیٰ اخلاق کے بل بوتے پر خلق خدا کو اپنی طرف کھینچ کر خدائے واحدہ لاشریک کے قریب کرتے رہے انھیں اپنے آس پڑوس والوں کے ساتھ، ملنے جلنے والوں سے، قرب و جوار کے باسیوں سے محبت، اخلاص، پیار اور احسان کے ساتھ رہنے اور زندگی گزارنے کی تلقین بھی فرماتے رہے اور اپنے عمل سے اس کی اہمیت وافادیت واضح بھی کرتے رہے۔ لیکن شیخ الاسلام غوثِ اعظم حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو خالق و مالک نے اپنے دوسرے دوستوں سے زیادہ دنیوی جاہ و مال عطا کر کے انھیں سماجی بہبود کے زیادہ مواقع مہیا فرمائے اور حضرت نے اپنے ربّ قدوس و کریم کی خوشنودی کے لیے اپنے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی ہدایت اور روحانی رہنمائی میں سماجی بہبود کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کا طریق دعوت وتبلیغ

برصغیر پاک وہند میں اشاعت اسلام کا سہرا صوفیہ کرام کے سر ہے جن کی مساعی جمیلہ سے کفروشرک کے مستحکم قلعے نیست ونابود ہو گئے ہند کے بتکدوں کی رونق ماند پڑنے لگی شمع توحید فروزاں ہونے سے کفر کی تاریکی چھٹ گئی اور دیار ہند میں ہر سو صدائے ''لا الٰہ الاّ اللہ'' گونجنے لگی۔ اس خطہ ارض میں قدم رنجہ فرمانے والے صوفیاء عظام نے اپنے اعلیٰ کردار سے یہاں کے باسیوں کے دل موہ لیے اور وہ جوق در جوق دولت اسلام سے بہرہ ور ہونے لگے۔ یہ انہی بزرگان دین کی کاوشوں کا اثر ہے کہ آج یہاں کروڑوں مسلمان موجود ہیں۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اپنی کتاب "The preaching of Islam" میں لکھا ہے کہ:

"Among the......Millions of Indian Musalmans there are vast numbers of convertors or descendants of comvertors,in whose conversion force played no part and the only influences at work were the teaching and persuasion of peaceful missionaries"[۳۹]

''ہندوستان میں آباد لاکھوں مسلمانوں میں سے اکثر ایسے نو مسلم یا نومسلموں کی نسل سے ہیں جن پر مسلمان ہونے کے لیے کسی طرح کا جبر وتشدد نہیں ہوا بلکہ پُر امن دعوت اسلام کی تعلیم وہدایت سے انہوں نے بخوشی اسلام قبول کیا''

ہندوستان کے ابتدائی مبلغین اسلام صوفیاء عظام تھے لیکن بعض مستشرقین نے اور کچھ مسلم محققین نے بھی اس کا رد کیا ہے کہ برصغیر میں اسلام کی ترویج مسلمان درویشوں کی تبلیغ سے ہوئی۔ ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے لکھا ہے کہ اشاعت اسلام کے لیے جدوجہد بنیادی طور پر صوفیاء کے لائحہ عمل کا جزو نہ تھی۔ [۴۰]

ظلی صاحب کا یہ اعتراض مبنی بر حقیقت نہیں ۔اس کی تردید مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے اس جملے سے ہوتی ہے:

> ''مسلمانوں میں جو جماعت سب سے زیادہ تبلیغ دینِ الٰہی کے ذوق وشوق سے سرگرم رہی ہے وہ صوفیائے کرام کی جماعت ہے'' [۴۱]

بزرگان دین نے ہمیشہ تبلیغ دین کو مقدم رکھا اور اس کے لیے بڑی حکمت سے کوشاں رہے انہوں نے ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے سفر کیے اور مختلف علاقوں میں خانقاہیں قائم کیں۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ:

> ''مسلمان درویش ہندوستان میں پر خطر اور دشوار گزار راستوں، سر بفلک پہاڑوں اور لق ودق بیابانوں کو طے کر کے ایسے مقامات پر پہنچے جہاں کوئی اسلام اور مسلمان کے نام سے واقف نہ تھا'' [۴۲]

اگر چہ مسلمان فاتحین نے سیاسی طور پر ہندوؤں پر غلبہ حاصل کر لیا تھا لیکن انہوں نے کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی کوشش ہرگز نہ کی انہوں نے تو تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے لیے بزرگان دین پر انحصار کیا۔

جیسا کہ عبدالمجید سالک نے لکھا ہے کہ:

''سلطان محمود غزنوی اور اس کے بعد فاتحین، سلاطین اور شاہان مغل نے تبلیغ واشاعت دین کا کام بزرگان دین اور صوفیاء کرام کے سپرد کر دیا تھا۔ یہ مقدس لوگ برابر ہندوستان آتے رہے اور اپنے انفاس قدسیہ اور مرحمت وشفقت سے یہاں کے لوگوں کے قلوب میں اسلام کے اثرات راسخ کرتے رہے''[۴۳]

برصغیر میں اسلام کی اشاعت صوفیاء کرام نے کس انداز میں کی؟ ان کا منہج تبلیغ کیا تھا؟ کیا ان کے ہاں مبلغین اسلام تیار کرنے کی حکمت عملی وضع کی گئی یا انفرادی طور پر تبلیغ دین حق کی گئی؟ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لیے سلسلہ سہروردیہ کے عظیم صوفی شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین ابومحمد زکریا ملتانی (566ھ-661ھ) کی تبلیغی مساعی اور ان کے طریق دعوت پر روشنی ڈالیں گے۔

شیخ الاسلام کے تبلیغی اوصاف

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ان تمام اوصاف کی حامل تھی جو ایک مبلغ میں ہونا ضروری ہیں۔ اولاً شیخ الاسلام بنو ہاشم کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے آباء کرام اسلام کے کامیاب مبلغ تھے۔ جن کی تبلیغ اسلام کے لیے خدمات کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر محمد خورشید شعبہ تاریخ ومطالعہ پاکستان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور رقمطراز ہیں:

"جب سلطان محمود غزنوی (997ھ سے 1030ھ) نے 1000ء میں ایک لاکھ ستر ہزار افواج کے ساتھ برصغیر کی جانب کوچ کیا تو حضرت شیخ حسین بھی جہاد کی غرض سے اس کے ہمراہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے دیپال پور (کوٹ کروڑ) کو فتح کرنے کے بعد حضرت شیخ حسین کے فرزند شیخ شمس الدین اور دیگر فوج کے ہمراہ راجہ دیپال کے دارالحکومت تلمبہ کی جانب کوچ کیا۔ جبکہ تبلیغ اسلام اور مذہبی تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے حضرت شیخ حسین نے دس ہزار فوج کے ہمراہ کوٹ کروڑ میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس علاقہ کو اسلامی تعلیمات اور درس وتدریس کے ایک بڑے مرکز میں تبدیل کر دیا۔ حضرت کے انتقال کے بعد ان کے صاجزادے حضرت شیخ سلطان علی (1034ء-1117ء) نے اپنی تمام عمر اسلام کی تبلیغ واشاعت میں صرف کی۔ اس کے بعد ان کے فرزند رئیس الاولیاء حضرت محمد غوث وجیہ الدینؒ (م1185ء) نے یہیں رہتے ہوئے تبلیغ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے کام کیا" [۴۴]

مؤ خرالذکر بزرگ حضرت زکریاؒ کے والد گرامی تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا کے آباؤ اجداد نے بھی تبلیغ اسلام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

''حضرت بہاءالدین زکریاؒ کو تبلیغ اسلام اور دینی خدمات کا کام ورثے میں ملا''

ثانیاً شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ایک جید عالم دین تھے انہوں نے ابتدائی زندگی میں حصول علم کے لیے بڑی تگ ودو کی۔ سب سے پہلے انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔ مؤرخین کے مطابق انہوں نے سات سال کی عمر میں ساتوں قرأتوں کے ساتھ کلام اللہ شریف حفظ کر لیا۔ پھر مقامی اساتذہ سے کسب علم کیا۔ ان کے اساتذہ کی تفصیل نہیں ملتی۔ البتہ ایک نام مولانا عبدالرشید کرمانی کا لیا جاتا ہے۔

اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد تحصیل علم کی غرض سے خراسان چلے گئے تزکیہ باطنی کے ساتھ سات برس تک درس ظاہری میں مشغول رہے۔ وہاں سے بخارا پہنچے اور علم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ درجہ اجتہاد حاصل کیا۔ وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں آ کر حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ حج بیت اللہ کے بعد حضور سرور کائنات وفخر موجوداتﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پانچ سال تک روضہ مبارک کے مجاور رہے اور شیخ کمال الدین محمد یمنی سے جو بڑے محدثین میں سے تھے علم حدیث حاصل کیا۔ [۴۵]

حمید اللہ شاہ ہاشمی نے لکھا ہے کہ آپؒ نے خراسان، بخارا، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، نجف اشرف، بیت المقدس، بغداد شریف اور دیگر شہروں کا کٹھن سفر محض علم اور

حصول علم کے لیے کیا۔[۴۶]

ایک مبلغ کے لیے خود عالم ہونا اولین شرط ہے اور حضرت شیخ الاسلام اس شرط پر پورے اترتے تھے۔ایک کم علم یا کج فہم شخص یقیناً دین حق کی تبلیغ کا اہل نہیں ہو سکتا اس کی تبلیغ میں اثر نہیں ہوتا۔حضرت بہاء الدین زکریاؒ اپنے عہد کے باکمال عالم تھے۔مولانا عبدالرحمن جامی نے ''نفحات الانس'' میں لکھا ہے کہ ہر روز ان سے ستر عالم و فاضل استفادہ کرتے تھے۔[۴۷] اسی لیے وہ ایک کامیاب مبلغ ثابت ہوئے۔

تبلیغ اسلام کے لیے مبلغ کا باعمل ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ گفتار کے بجائے کردار سے بڑے موثر انداز میں تبلیغ کر سکتا ہے۔ایک صالح شخص اعلیٰ اخلاق کا حامل ہوتا ہے۔اس کے صدق اور اخلاص سے لوگ ضرو متاثر ہوتے ہیں ۔حضرت بہاءالدین زکریاؒ انتہائی پارسا تھے۔حامد بن فضل اللہ جمالی کے مطابق زمانہ طالب علمی میں ہی ان کی تقویٰ کی بڑی شہرت تھی ان کی پارسائی ،صلاحیت اور زہد کی وجہ سے اہل بخارا ان کو''بہاءالدین فرشتہ'' کہتے تھے۔[۴۸]

جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو مجاہدہ اور نفس کشی کی طرف توجہ کی اور لگاتار بیس برس تک سخت مجاہدہ کیا۔آپ کے زہد وتقویٰ کے باعث آپ کے مرشد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے صرف سترہ دن میں آپ کو سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی خلافت سے سرفرز فرمایا۔اس پر شیخ الشیوخ کے دوسرے مریدین میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''دوستو! تشویش نہ کرو تم سب گیلی لکڑیاں رکھتے ہو اور گیلی لکڑیوں میں آگ یکبار نہیں لگتی اور زکریا سوکھی لکڑیاں رکھتا ہے جس میں فوراً آگ لگ گئی''[۴۹]

اگر چہ دنیوی مال واسباب کے بغیر بھی تبلیغ ہوسکتی ہے لیکن اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہو اور وہ اس نعمت ربانی کو دین کی اشاعت کے لیے خرچ کرے تو یقیناً بہتر نتائج نکلیں گے۔

بیس سال تک آپ نے مجاہدہ ریاضت اختیار کی، ایک دن ایک شخص نے مخدوم شیخ بہاء الدینؒ سے پوچھا کہ آپ اپنے مجاہدے کی کہانی مجھے بیان فرمایئے آپ نے فرمایا مجاہدے کے بارے میں بیان کرنا زبان کے بس کی بات نہیں۔ لیکن مبتدیوں کے کم تر مجاہدے سے تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ اس فقیر نے مکمل بیس سال تک تھوڑے سے پانی اور معمولی سے کھانے کے ساتھ روزہ افطار کیا یہ مجاہدہ کم تر ہے۔[۵۰]

پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین نے فرمایا مجاہدہ وہ ہے کہ:

''جو کچھ بھی نفس آرزو کرے بیس سال تک اس کی وہ آرزو پوری نہ کی جائے۔[۵۱]

حضرت بہاء الدین زکریا کو اللہ تعالیٰ نے دولت وثروت کے وافر خزانے عطا فرمائے تھے جنہیں آپ نے عوام الناس کی فلاح و بہبود اور دین اسلام کی ترویج کے لیے وقف کر دیا۔

شیخ زکریاؒ کی تبلیغی سرگرمیاں

حضرت شیخ الاسلام کے تبلیغی کام کا احاطہ کرنا مشکل ہے ان کی ایسی سرگرمیاں تین عنوانات کے تحت زیر بحث لائی جاسکتی ہیں:

الف: تبلیغ اسلام کے لیے ذاتی جدوجہد

ب: علماء ومبلغین کی تعلیم وتربیت

ج: اولاد خلفاء کی تبلیغ کے لیے تربیت

الف: تبلیغ اسلام کے لئے ذاتی جدوجہد

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی خود اسلام کے مبلغ تھے۔انہوں نے اپنی زندگی مسلمانوں کی اصلاح اور غیر مسلموں کی تبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔وہ ملتان میں قائم کردہ خانقاہ میں خود درس دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر شمیم محمود زیدی رقمطراز ہیں:

> ''شیخ بعد از نماز بر بالای منبر می رخت وتفسیر قرآن وحدیث تدریس می کرد وگاہ گاہ از اشعار وحکایات ونقل وقول بزرگان پیشین استفادہ می کرد''[۵۲]

> ''شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نماز کے بعد منبر پر بیٹھ جاتے اور قرآن حکیم کی تفسیر کو بیان فرماتے اور حدیث کی تدریس کرتے اور کبھی کبھی پچھلے بزرگوں کے قول، حکایات اور اشعار سے بھی استفادہ کرتے''

حمید اللہ شاہ ہاشمی حضرت شیخ کے وعظ وارشاد کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''عصر کی اذان سنتے ہی مسجد میں تشریف لا کر عصر باجماعت ادا فرماتے تھے۔اس کے بعد منبر پر تشریف لے جاتے۔قرآن مجید وحدیث کا وعظ فرماتے۔اس موقع پر دور ونزدیک کے لوگ کام چھوڑ کر جوق در جوق آتے اور وعظ سنتے۔تاثیر اس قدر تھی

کہ جو مسلمان سنتا ضرور متاثر ہوتا تھا اور برے کاموں کو چھوڑ کر

زہد وتقویٰ اور نیک اعمال اختیار کرتا تھا'' [۵۳]

روضہ مبارک کے مشرق کی جانب جو ایک وسیع چبوترہ تھا حضور کے وقت کا ہے اس پر حضور نے بلا ناغہ بیس سال تک روزانہ نماز عصر کے بعد وعظ فرمایا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں وعظ سن کر مشائخ نے وجد کیے ہیں۔ عام مسلمانوں نے ہدایت پائی ہے اور ہزارہا دیگر مذاہب کے لوگ دین اسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔ [۵۴]

حضرت شیخ الاسلام جب ملتان تشریف لائے تو آپ نے سلسلہ سہروردیہ کی عظیم خانقاہ قائم کرنے کے لیے جگہ کا انتخاب کیا وہ قلعہ کہنہ قاسم باغ پر واقع برصغیر کے تاریخی مندر پر ہلادجی کے سامنے تھی۔ جو ہندو بھی پوجا پاٹ کر کے مندر سے نکلتا اور آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتا تو ضرور متاثر ہوتا اور آپ کی پرکشش شخصیت، آپ کے اعلیٰ اخلاق اور آپ کی دل موہ لینے والی گفتار کے باعث حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا۔

ب: مبلغین کی تعلیم وتربیت کے لیے درسگاہ کا قیام

شیخ الاسلام اپنے مرشد شیخ الشیوخ شہاب الدین شہروردی کے حکم سے ملتان تشریف لائے اور انہوں نے آتے ہی ایک علمی، دینی اور صوفیانہ درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ برصغیر کا قدیم ترین دینی مدرسہ شمار ہوتا ہے جس میں جملہ علوم وفنون، منقولات اور معقولات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا نصاب درس نظامیہ سے مماثل تھا۔ اس

درسگاہ کے دو شعبے تھے ایک علماء پیدا کرتا تھا اور دوسرا مبلغین۔ مبلغین کے حوالے۔ شیخ الاسلام کے تذکرہ نگار نور احمد فریدی[۵۵] نے کافی معلومات جمع کی ہیں جو یہا پیش کی جارہی ہیں:

مبلغین کے لیے ضروری تھا کہ جس ملک میں انہیں بھیجا جائے انہیں وہاں زبان اور ثقافت سے پوری واقفیت ہو تا کہ وہاں پہنچ کر اپنے آپ کو اجنبی محسوس کریں اس لیے آپ نے ہر ملک سے ایک ایک فاضل عالم طلب کر کے اپنی درس میں ملازم رکھا اسے معقول تنخواہ اور رہائش کا تسلی بخش انتظام فرمایا۔

جب علماء فارغ التحصیل ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ایک ایک کو الگ الگ بلا کر پوچھتے کہ کیا تم فی سبیل اللہ تبلیغ کرنے کو تیار ہو؟ اس طرح کا نوجوان اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے پیش کر دیتے تھے۔ جو جس ملک میں جانا چا وہ اسی کمرے میں اس علاقے کی زبان اور ثقافت کی تعلیم حاصل کرتا۔ دو سال کے بـ شیخ الاسلام اس مبلغ کے استاد محترم کو پانچ ہزار اشرفی عنایت کرتے کہ شہر سے اس ملک کے لیے مفید اور ضروری سامان خرید کر دیں اور پھر اپنی دعاؤں کے سایہ میں منزا مقصود کی طرف روانہ فرماتے۔ چلتے وقت مبلغ کو ہدایت فرماتے:

1۔ سامان کم منافع پر فروخت کرنا۔
2۔ لین دین میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا۔
3۔ ناقص چیزوں کو فروخت نہ کرنا، بلکہ فقراء اور مساکین کو مفت دے دینا۔
4۔ خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
5۔ جب تک لوگوں کو اعتماد حاصل نہ ہو ان پر اسلام پیش نہ کرنا۔

اس طرح علمائے ربانیین سوداگروں کے لباس میں سامان تجارت لے کر روانہ ہوتے اور جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین تک پہنچ کر دکانیں کھولتے اور دیانتداری سے لین دین کرتے اور ساتھ ہی لوگوں کو اسلام پیش کرتے جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا اور لوگ ان کے حسن اخلاق، ان کی خداترسی، دینداری، دیانت داری اور معاملات میں صفائی ستھرائی دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے اور بالآخر اسلام قبول کر لیتے۔ آج مشرق بعید کے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں جو کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں یہ انہی تاجر مسلمان مبلغین کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں۔

شیخ گروه های متعددی از واعظان ومبلغان دینی را تحت بر نامه ای منظم به طرف سند ومکران گسیل داشت وبرخی را به طرف کشمیر ودهلی وبعضی رابه جانب افغانستان فرستاد در آخر هر سال این گروه های تبلیغی پیش می آمدند واز نتیجه فعالیتهای خود گزارشی تهیه می کردند وهر جا که با اشکالی بر خورد می کردند شیخ آنها راهنمای مر کرد. این گروه زندگی خود را از پول شیخ که بصورت کالاهای تجارتی به آنها داده می شدتاسین میکردند. [۵٦]

''شیخ واعظین اور مبلغین کے مختلف گروہوں کو ایک منظم پروگرام کے تحت سندھ اور مکران کی طرف روانہ فرماتے اور کسی کو کشمیر، دہلی اور بعض کو افغانستان کی طرف بھیجتے تھے۔ ہر سال

کے آخر میں یہ گروہ شیخ کے پاس واپس آتے اور اپنی کارکردگی
بیان کرتے اور جہاں کہیں انہیں مشکلات کا سامنا ہوتا شیخ ان
کی راہنمائی فرماتے شیخ ان کی ضروریات زندگی کے لیے
تجارت کا سامان دیتے تا کہ وہ اس کے ذریعے گزر بسر کر سکیں''

انڈونیشیاء میں ہ سہروردیہ ملتان کے تاجروں کے ذریعے متعارف ہوا۔ تاجر دراصل شیخ الاسلام کے بھیجے ہوئے مبلغ تھے۔ جن کے ذریعے وہاں اسلام کی تر واشاعت ہوئی اور سلسلہ سہروردیہ کی ترویج ہوئی۔

نور احمد فریدی حضرت شیخ الاسلام کے تربیت یافتہ مبلغین کے متعلق رقمطراز ہیں:

''واعظین اور مبلغین کرام کی متعدد جماعتیں کشمیر سے راس
کماری اور گوادر سے بنگال تک مصروف عمل تھیں۔ حضرت شیخ
الاسلام کی آمد سے پہلے حضرت سلطان سخی سرور کی تبلیغی
جماعتیں موجود تھیں۔ مگر صحیح قیادت میسر نہ ہونے کے سبب ان
میں سستی اور بے راہ روی پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت نے ان کی بھر
پور سرپرستی فرمائی۔ دس دس میلوں کے فاصلے پر ان کی قیام
گاہیں مقرر ہوئیں۔ جہاں سرسبز اور گھنے درختوں کے سایہ تلے
کئی کئی دنوں تک وعظ ونصیحت کی مجالس گرم رہتیں۔ سال کے
خاتمے پر مبلغین کے یہ گروہ جو آج کل ''سنگ'' اور ''جماعت''
کے نام سے موسوم ہیں پانچ پانچ سو کی تعداد میں قال اللہ وقال
الرسول سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے۔ ملتان حاضر ہوتے اور
اپنی کارگزاری تفصیل سے بیان کرتے''[۵۷]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ زکریا نے انفرادی تبلیغ کے بجائے اجتماعی نظام قائم فرمایا۔انہوں نے ایک تبلیغی جماعت کی تربیت کر کے اسے اسلام کی اشاعت پر لگا دیا۔دراصل حضرت شیخؒ نے اس قرآنی آیت کی عملی تفسیر کا اہتمام فرمایا:

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون

بالمعروف وینهون عن المنکر واولٰئک هم

المفلحون﴾[۵۸]

''اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف

بلاتے ہوں اور نیکی کی ہدایت کرتے ہوں اور برائی سے منع

کرتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں''

شیخ بہاء الدین زکریاؒ ان مبلغین کی دینی تعلیم ،روحانی تربیت کے علاوہ ان لوگوں کی سفری مشکلات اور خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے گھوڑے اور سواری کا بندوبست کرتے تھے نیز شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی گویا اس مدرسے کے فارغ التحصیل علماء اور مبلغین دین ودنیا اور ظاہر و باطن کی امتزاجی تربیت سے مکمل انسان بن جاتے تھے۔[۵۹]

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے تربیت یافتہ مبلغین اور مدرسہ بہائیہ کے فاضلین معاشی مسائل سے کافی حد تک آزاد تھے کیونکہ شیخ الاسلام خود انہیں تجارت کے لیے سرمایہ مہیا فرماتے تھے۔اس کے علاوہ انہیں درس وتدریس کے دوران مختلف فنون کی تعلیم دی جاتی تھی مثلاً خطاطی اور جلد سازی کا کام سکھایا جاتا تھا[۶۰]
تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ ان مہارتوں کے ذریعے اپنے لیے رزق حلال کما سکیں۔

حضرت شیخ الاسلام کے خدام نے تبلیغ کی جدوجہد کو زیادہ موثر بنانے کے لیے ہر قریہ اور آبادی میں تعلیم دین کے مدارس قائم کیے جنہیں خانقاہوں سے موسوم کیا جاتا تھا۔انہیں ملتان کے مرکزی تبلیغی یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق انسانی کمال اور روحانی جلال کے حصول وعروج کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی ۔ایسے روحانی سنٹر پنجاب اور سندھ میں چپہ چپہ پر قائم تھے اور جب یہ اللہ والے رشد وہدایت کا علم لہرا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری کے لیے روانہ ہوتے تو ان کے آنے سے پہلے لوگوں کو اطلاع ہو جاتی تھی اور وہ تمام کام نبٹا کران خدا شناسوں کی انتظار میں دیدہ دل فرش راہ کر دیتے تھے ۔سہروردی فقراء ہر منزل پر ایک دو یوم ضرورت کے مطابق قیام کر کے تبلیغی مجالس ترتیب دیتے ۔صاحب حال صوفی اور نامور مشائخ اثر میں ڈوبی ہوئی تقریریں کرتے ۔جس سے سامعین کے قلوب لرز جاتے ۔فولادی طبائع نرم ہوکر موم بن جاتی تھیں۔خشونت آمیز نگاہوں سے خشیت الٰہی کی دھاریں پھوٹ پڑتیں ۔بڑے بڑے سنگدل انسان خدا کے قہر وغضب اور اسکی بے پناہ گرفت سے کانپ اٹھتے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتے ۔ایک ہی نشست میں ہزاروں فاسق وبدکار تائب ہوکر قطب وابدال بن جاتے ۔[٦١]

ان کے علاوہ تبلیغی جماعتیں جو اس مقصد کے لیے روانہ کی جاتی تھیں وہ اپنے نان ونفقہ کا بوجھ کسی پر نہیں ڈالتی تھیں بلکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کو لاکھوں روپے کا سامان تجارت خرید کر دیا جاتا تھا ۔ہر پڑاؤ پر دکانیں کھل جاتیں۔نانبائی کھانا تیار کرتے ۔بزاز کپڑوں کی دکانیں سجاتے اور بنجارے قسم قسم کا سامان لے بیٹھتے۔محافظ دستہ جنگی مظاہرے کر کے نوجوانوں کو جہاد کے لیے ابھارتا،زور آزمائی ہوتی،گھوڑ دوڑ،نیزہ بازی اور شمشیر افگنی کے کمالات سے مردہ

دلوں میں زندگی کی ایک نئی روح دوڑنے لگتی۔[۶۲]

ج: اولاد و خلفاء کی تبلیغ کے لیے تربیت

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے اپنی اولاد اور خلفاء مجاز کی تربیت اس انداز سے کی کہ ان کے وصال کے بعد بھی تبلیغ اسلام کی خاطر ان کی روشن کردہ شمعیں توحید کی کرنیں چارسو بکھرتی رہیں۔ طالبان حق کو معرفت کی مے ملتی رہی اور کفر و شرک کی دلدل میں دھنسی ہوئی انسانیت کو خانقاہ زکریاؒ کے فیض یافتہ صوفیاء عظام نجات دلاتے رہے۔ اس طرح شیخ الاسلامؒ کا روحانی ورثہ جن لوگوں میں تقسیم ہوا انہوں نے اس عظیم مبلغ کے حقیقی وارث ہونے کا حق ادا کردیا۔

حضرت شیخ الاسلام نے صاحبزادوں کی تعلیم کے لیے بڑے نامور اساتذہ مقرر کر رکھے تھے جن کو انعام و اکرام سے نوازاتے تھے ان پر بڑی نوازشیں کیں اور ان کے دامن میں سونا چاندی انڈیل دیا اور جب شیخ الاسلام گھر پر ہوتے تو ان بچوں کو خود بھی تعلیم دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کے فرزند اور پوتے علم و فضل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔[۶۳] صاحبزادگان کے اساتذہ میں سب سے معروف مولانا نجم الدین تھے۔[۶۴]

جن بیٹوں نے قابل اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ہو اور ان کی روحانی تربیت شیخ الاسلام جیسی ہستی نے کی ہو ان کا مبلغ اسلام اور داعی دین متین ہونا یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام کو سات فرزند عطا فرمائے تھے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1۔ شیخ الاسلام صدرالدین عارف 2۔ شیخ علاء الدین محمد 3۔ شیخ قدوۃ الدین محمد

4۔ شیخ شمس الدین محمد، محبوب خدا 5۔ شیخ شہاب الدین محمد 6۔ ضیاء الدین محمد
7۔ شیخ برہان الدین محمدؒ

ان صاحبزادگان نے اپنی زندگیاں ترویج اسلام کے لیے وقف کر دی تھیں۔ سات فرزندان کے علاوہ شیخ الاسلامؒ کی تین صاحبزادیاں بھی تھیں۔ آپ کے داماد بھی صوفیہ میں سے تھے۔ ایک بیٹی نور بانو فخر الدین عراقی کے حبالہ نکاح میں آئیں۔ اس سے سید کبیر الدین عراقی پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت کی آغوشِ شفقت ہی میں پرورش پائی اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر بڑے مرتبے کو پہنچے۔ دوسری صاحبزادی سلطان بی بی المعروف بی بی فاطمہ تھیں جن کی شادی سلطان التارکین حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ جن سے خاندان جلیلہ کے مورث اعلیٰ نور الدین پیدا ہوئے۔ تیسری صاحبزادی عائشہ بی بی کا نکاح میر حسینیؒ سے ہوا۔[۶۵]

آپ کے صاحبزادوں کی طرح آپ کے دامادوں اور ان کی اولاد نے بھی تبلیغ اسلام کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔

حضرت شیخ الاسلام کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ صدر الدین عارف مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے جن کے وصال کے بعد حضرت شیخ ابوالفتح شیخ رکن الدین خانقاہ سہروردیہ کے سجادہ نشین بنے اور رچشمہ علم و عرفان کی حیثیت سے اپنے عظیم آباؤ اجداد کی طرح مخلوق خدا کو فیض یاب کرتے رہے۔[۶۶]

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ کے خلفاء نے سلسلہ سہروردیہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ آپ نے حضرت سید جلال الدین سرخ بخاریؒ (545ھ) کو خرقہ خلافت

عطا فرما کر روحانی علوم کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ وہ تیس برس تک آپ کی خدمت میں رہے پھر حضرت صدرالدین عارف (فرزند اکبر و سجادہ نشین درگاہ زکریا) کے حکم پر اُچ شریف تشریف لے گئے۔ ان دنوں اوچ کے گردونواح میں ہندوؤں کا تسلط تھا۔ سید جلال الدین نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کی اور کفار کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری قبول کی اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔ [٦٧]

شیخ فخرالدین عراقی (م688ھ) آپ کے خلیفہ مجاز اور داماد تھے۔ انہوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی جن میں روم، عراق، مصر اور شام شامل ہیں تاہم ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر تذکرہ نویسوں کے ہاں نہیں ملتا۔ ان کا اور ان کے صاحبزادے شیخ کبیر الدین کے دمشق میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے پہلو میں مدفون ہونے کا ذکر متعدد مؤرخین نے کیا ہے۔ [٦٨]

حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر (سید عثمان المروندی) بھی شیخ الاسلام کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے سندھ میں آکر یہاں کے عوام کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کی۔ ان کی اصلاحی اور تبلیغی خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ سہوان کفر و عصیان کا مرکز تھا۔ بدھ اور برہمنوں کی کثرت تھی آپ کے آنے سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ حضرت شہباز قلندر کے سندھ میں گھومنے اور تبلیغ کرنے کے سلسلے میں ''تحفۃ الکرام'' میں لکھا ہے کہ لعل سائیں نے سندھ کے کونے کونے کی سیر کی تھی اور ان کی یہ سیاحت یقیناً تبلیغی لحاظ سے ہوئی تھی۔ [٦٩]

شیخ الاسلام کے دیگر خلفاء میں سے میر حسینی نے ہرات میں، خواجہ حسن افغان نے افغانوں میں اور شیخ اسماعیل قریشی نے عمر پور میں تبلیغ اسلام کی۔ [٧٠]

پیر نواب موسیٰ کو ولایت سندھ میں رشد و ہدایت پر مامور کیا گیا اور کئی

قوموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پیر پتھورو نے ضلع تھر پارکر میں مخدوم جمار نے رانی پور ضلع خیر پور میں اور حیدر زرکنی نے سمرقند میں سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔[۷۱]

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور ان کے خلفاء کا اثر صرف مغربی پنجاب اور سندھ تک محدود نہ تھا بلکہ افغان علاقے میں بھی ان کے معتقد تھے۔ افغان اپنا سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے ملاتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک بیشتر افغان غیر مسلم تھے۔ روسی مستشرق بارٹولڈ کا بھی خیال ہے کہ افغانوں میں اسلام بارہویں صدی عیسوی کے قریب پھیلنا شروع ہوا اور قریب قریب یہ وہی زمانہ تھا جب 1182ء میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی ولادت ہوئی اور تعلیم و تربیت اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے خلافت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے موجودہ پاکستان میں اپنے آپ کو ارشاد و ہدایت کے لیے وقف کر دیا۔[۷۲]

حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء میں سے شیخ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں ان کی بابت آپ فرمایا کرتے تھے:

"روز قیامت وقتی از من سوال کنند کہ دربار گاہ

ما چہ آوردہ ای؟ خواھم گفت: صدق و اعتقاد

حسن افغان را"[۷۳]

حضرت شیخ زکریاؒ نے اپنے اس خلیفہ کو افغانوں میں جا کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ ان کے علاوہ بھی مخزن افغانی میں شیخ بہاء الدین زکریا کے دوسرے افغان مریدوں کے نام ملتے ہیں۔ [۷۴]

بعد میں ان کے مریدین اور دوسرے ایسے سہروردی بزرگوں نے افغانستان میں اسلام کی تبلیغ کی جن کا منبع فیضان شیخ الاسلام ہی تھے۔ شیخ الاسلام کے تمام وابستگان کی تعداد اور ان کی تبلیغی مساعی کو حیطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ مختصراً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے اس عظیم صوفی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جنوبی ایشیاء میں اسلام کی نشر واشاعت کا بندوبست فرمایا۔ مراکش سے جاوا اور سماٹرا تک ان کے ذریعے اسلام پھیلا اور سلسلہ سہروردیہ کی ترویج ہوئی۔

قرامطہ کے اثرات زائل کرنے کی کوششیں

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے جہاں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لیے حکمت اور موعظۃ الحسنہ کے قرآنی اصولوں پر عمل کیا اسی طرح انہوں نے نام نہاد مسلمانوں کے گروہوں کو بھی جنہیں وہ غلط سمجھتے تھے۔ راہ راست پر لانے کی سعی کی۔ چونکہ حضرت خود حنفی تھے اس لیے وہ قرامطہ کو غلط سمجھتے تھے۔ قرامطہ کی تحریک کا آغاز حمدان قرمط نے واسط کے مضافات سے کیا۔ 264ھ/877ء میں عراق کے زیریں علاقے میں زنج کی جنگ غلامی میں منظم ہونے والے باغیوں نے قرامطہ کی تحریک کی بنیاد رکھی جس میں شمولیت کے لیے بعض رسوم کا بجا لانا ضروری تھا۔ پر جوش تبلیغ کے باعث اس خفیہ جماعت کا دائرہ عوام کسانوں اور اہل حرفہ تک وسیع ہو گیا۔ الاحساء میں انہوں نے خلیفہ بغداد سے آزاد ہو کر ایک ریاست کی بنیاد رکھ

لی اور اور خراسان، شام اور یمن میں ان کے ایسے اڈے قائم ہو گئے جہاں سے ہمیشہ شورشیں ہوتی رہتی تھیں۔

اس تحریک نے نویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان ساری اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بعد میں ایک جاہ طلب گھرانے یعنی اسماعیلی خاندان نے اس تحریک پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے 297ھ/910ء میں خلافت فاطمیہ کے نام سے ایک حریف سلطنت قائم کی۔[۷۵] ایک دور میں ملتان بھی قرامطیوں کا گڑھ تھا ان کا اثر ختم کرنے کے لیے سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ کیا تھا۔[۷۶]

ملتان کے اسماعیلی، بحرین اور یمن کے اسماعیلیوں کی اولاد ہونے کے داعی تھے۔ یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے بھی عباسیوں کے خلاف علویوں کے حق میں 209ھ/825ء میں خروج کیا۔ چنانچہ اس تحریک کے لوگ بھی سندھ اور ملتان میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ یہاں انہوں نے بڑی بڑی جاگیریں خرید کر بڑا اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا۔ یہ لوگ ہندی بولتے تھے تاکہ عوام سے رابطہ ہو سکے۔ بعد ازاں یہ اسماعیلی ملتان کے علاقے سے اٹھ کر بمبئی، گجرات اور جنوبی ہند کے دوسرے علاقوں کے علاوہ موجودہ پاکستان کے شمالی علاقوں تک پھیل گئے جہاں یہ آج تک باقی ہیں۔[۷۷]

حضرت شیخ الاسلامؒ کا علمی اور روحانی مقام

شیخ الاسلامؒ کی زندگی مختلف پہلوؤں پر محیط ہے۔ آپؒ ایک عظیم روحانی پیشوا اور جامع شخصیت تھے۔ اس خطہ میں آپؒ نے جو دینی، علمی، تعلیمی اور روحانی خدمات سرانجام دی ہیں تا قیامت ان گراں قدر خدمات کو یاد رکھا جائے گا۔ آپؒ کی روحانی

اور علمی خصوصیات ملاحظہ کیجئے:

1۔ روحانیت کا وہ آفتابِ عالمتاب! جو افق ملتان سے طلوع ہوا اور اس کی ضیاء نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔

2۔ وہ روحانی پیشوا: جس نے خانقاہوں کو ان کی چھنی ہوئی عزت بخشی اور شریعت و طریقت کے مابہ الامتیاز کو واضح کیا۔

3۔ وہ توحید پرست: جس نے خود پرستی کے ان بتوں کو توڑ کر چکنا چور کر دیا جنہوں نے شریعت اور طریقت کے درمیان دیوار کھڑی کر دی تھی اور خدا پرستوں کو خود پرستی کا بیمار بنا دیا تھا۔

4۔ وہ ماہر تعلیم و تربیت: جس نے ملتان کے شاہی قلعہ میں بہت بڑی درسگاہ کی بنیاد رکھی جس میں نہ صرف شرعی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی بلکہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے اور اطراف عالم میں توحید کی شمعیں روشن کرنے کے لیے جماعتیں تیار کی جاتی تھیں۔

5۔ وہ جود اعظم: جس کے خلفاء ہزاروں روپے کا سامان تجارت خرید کر سوداگروں کے بھیس میں انڈونیشیا، فلپائن اور چین تک کا سفر کرتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ وہاں کے عوام کو اسلام سے روشناس بھی کراتے تھے۔

6۔ وہ شیخ کامل: جس کے زہد و ورع اور تقویٰ و پرہیز گاری کا یہ اثر تھا کہ آپ کی لونڈیاں چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن مجید ختم کر کے اٹھتی تھیں۔

7۔ وہ مرشد ارشد: جو مرید کرتے وقت اس امر کی بیعت لیتے کہ وہ اپنی کمائی میں بددیانتی نہیں کرے گا۔

8۔ وہ درویش: جس کے رعب ودبدبہ سے سلطان ناصر الدین قباچہ ترساں ولرزاں رہتا تھا۔

9۔ وہ مورخ اسلام: جس نے اسلامی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

10۔ وہ مفکر اعظم: جس نے فکر ونظر میں انقلاب برپا کر دیا۔

11۔ وہ عظیم روحانی شخصیت: جس نے قلب وروح کو نئی زندگی بخشی۔

12۔ عراقی اور حسینی جیسے اغواث واقطاب کا مرشد: جسے رفیق اعلیٰ کو لبیک کہے نو صدیاں گزر چکی ہیں۔ مگر اس کا مزار پرانوار اب بھی مایوس دلوں کی امیدگاہ ہے۔ ہزاروں ہاتھ صبح وشام فاتحہ کے لیے اٹھتے ہیں اور قبہ ابیض قلعے کی بلندی سے نور بکھیرتا نظر آتا ہے۔[۷۸]

13۔ حضرت شیخ الاسلامؒ: ہر طرح کے لوگوں کو اپنے گرد جمع نہیں ہونے دیتے تھے اور جوالقوں اور قلندروں کی کم ہی ان تک رسائی ہوتی تھی۔

14۔ آپ امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے اور ان کی خانقاہ میں غلے کے ذخیرے بھی تھے اور مال ودولت بھی۔

15۔ آپ مسلسل روزے رکھنے کے عادی نہ تھے۔

16۔ سلسلہ چشتیہ میں اگرچہ زمین بوسی عام تھی مگر آپ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہیں دیتے تھے۔

17۔ آپ فرمانرواؤں اور ان کے عہدے داروں سے گہرے روابط رکھنے کے قائل تھے۔[۷۹]

18۔ آپؒ سماع کے قائل نہیں تھے۔[۸۰]

ایک رکعت میں قرآن مجید کاختم کرنا

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء: محبوب الٰہی (م725ھ) نے شیخ الاسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ایک رات کو حاضرین کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو آج رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرے۔

حاضرین میں سے کوئی اس بات پر آمادہ نہیں ہوا۔حضرت بہاء الدین زکریاؒ آگے بڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرلیا اور چار سیپارے مزید پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھ کر نماز پوری کی۔

اس موضوع کی مناسبت سے حضرت سلطان المشائخ نے دوسری حکایت یہاں فرمائی کہ شیخ بہاء الدینؒ نے فرمایا کہ مجھے جو کچھ ملا نماز سے ملا۔مشائخ اور زاہدوں کے تمام اوراد و وظائف میں نے کیے مگر ایک چیز مجھ سے نہ ہو سکی اور وہ یہ کہ مجھے اطلاع دی گئی کی فلاں بزرگ آغاز صبح سے طلوع آفتاب تک ختم قرآن کر لیتے ہیں۔ ہر چند میں نے بھی چاہا لیکن کر نہ سکا۔[۸۱]

شیخ و مرشد کی تلاش و جستجو

حضرت شیخ الاسلامؒ سالہا سال سے مرشد کی تلاش میں صحرانوردی کرتے پھرتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی متجسس نگاہوں کو شیخ الشیوخ کی ذات میں کچھ ایسے کمالات اور مکاشفات نظر آئے کہ انہوں نے پہلی نظر میں تاڑ لیا کہ یہی کعبہ مقصود ہے۔انتہائی ادب و احترام سے قدموں میں جھک گئے گلوگیر ہو کر عرض کیا:

ما بعشق تو نہ امروز گرفتار شدیم
کہ گرفتاری ما با توز روز ازل است

شیخ الشیوخؒ نے حضرت کو اپنے گلے سے لگالیا۔ شیخ الاسلامؒ دیر تک اس سینہ بے کینہ سے جوانوار الٰہی کا معدن اور سرچشمہ تھا چمٹے رہے۔ جب طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو ارادت وعقیدت کے ساتھ ہوشمند طالب علم کی طرح دوزانو ہو بیٹھے۔

شیخ الشیوخؒ نے بغیر کسی مجاہدہ نفس اور عبادت وریاضت کے حضرت کو مرید کر لیا تھا۔ ایک ہی توجہ سے سارے حجاب نظر کے سامنے سے ہٹا دیے اور ایک ہی دن میں وہ جلوہ نظر آ گیا جو ہزاروں برس کی عبادت سے بھی نصیب نہیں ہوسکتا۔ اٹھارہ ہزار عالم بے حجاب دکھائی دینے لگے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ الشیوخؒ نے جو خرقہ زیب تن کر رکھا تھا اپنے بدن مبارک سے اتار کر میرے سر پر رکھ دیا۔ اپنا مصلیٰ جس پر حضورؒ عمر بھر مصروف عبادت رہے اور وہ خرقہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت شیخ الشیوخؒ کو اپنے مشائخ کے توسط سے پہنچا تھا دونوں اس خاکسار کے سپرد فرما دیے۔

درسگاہ غوثیہ کے دعوتی وتبلیغی اثرات

جنوبی ایشیاء کے رجل عظیم حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ اور ان کے خلفاء کو خاص امتیاز حاصل ہے جنھوں نے اپنی قوت فکر اور اعلیٰ بصیرت، خداداد صلاحیتوں سے اس دور کے سنگین حالات کا مقابلہ کیا۔ درحقیقت یہ وہ قدوسی نفوس تھے جن کا پیکر صناع ازل نے عشق کے خمیر سے تیار کیا تھا جو اپنے سینوں میں پارے کی طرح بے تاب دل رکھتے تھے۔ یقین ان کا ایمان اور عشق ان کی سپر تھی۔ اسلام کی عظمت کی سربلندی کے لیے یہ ملکوتی انسان قندیل ایمان لے کر چھ سو درویش مجاہدین

کی شکل میں بنگال کی رزم گاہ میں تجلی بن کر گوڑ گو بند کے لشکر پر کوندے اور کبھی جمال خداوندی کا مظہر بنے۔[۸۲]

کبھی انڈونیشیاء، فلپائن اور چین کی بستی بستی میں دعوت حق دیتے نظر آئے۔ کبھی رضائے الٰہی کے لیے بحر ہند کے طوفان سے الجھے، سیام اور برما کی پہاڑیوں سے ٹکرائے اور ظلمات کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے۔ جہاں تک تخیل انسان کی رسائی ہوسکتی ہے۔

الغرض کشمیر، سندھ، گجرات، دکن، بنگال اور مشرق بعید کی بھولی بھٹکی مخلوق کو حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے اسلام کی دعوت وتبلیغ دی جس کے اس خطے میں نمایاں اثرات ابھی تک پائے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلامؒ نے لوگوں کی کفر سے ایمان، معصیت سے اطاعت و بندگی اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف راہنمائی فرمائی۔[۸۳]

آپؒ نے ملت اسلامیہ کی اس وقت نگہبانی فرمائی جب دشمنان دین اور غیروں نے اس پر زندگی کی ساری راہیں بند کردی تھیں۔ آپؒ کی باعظمت شخصیت کے احترام کا غیر معمولی جذبہ ہر وقت ہمارے قلب و دماغ پر شدت سے طاری رہتا ہے۔ آپؒ کا کوہ وقار اور فلک بوس مقبرہ بھی اپنی عظمت وجلالت کی وجہ سے آج تک زائرین سے خراج عقیدت وصول کر رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی آمد سے قبل ملتان کی اخلاقی وسماجی حالت انتہائی پست تھی۔ دفتروں میں رشوتیں چلتی تھیں۔ بازار کا لین دین صحیح نہیں تھا نہ چیزیں اچھی ملتیں اور نہ نرخ مناسب۔ ملازم مزدور بھی منہ مانگی مزدوری مانگتے تھے اور خیانت کا بازار گرم تھا۔ راہزنی اور ڈکیتی آئے دن کا معمول بن چکا تھا۔ لوگ قافلوں کی صورت میں چلتے۔ پھر بھی لوٹ لیے جاتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ان تمام خرابیوں کو دور

کرنے کے لیے سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں خوف خدا کا جذبہ پیدا کیا۔ ہر شخص کو بیعت کرنے سے پہلے پوچھتے کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ حلال کھانے کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم اپنے فرائض کو نیک نیتی اور دیانت داری سے انجام دو گے تو تمہاری کمائی میں برکت ہوگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بہشت عطا فرمائیں گے۔

شیخ الاسلامؒ کی نوکرانیاں چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن پاک ختم کر کے اٹھتیں۔ اسی طرح دوکانداروں نے ڈنڈی مارنی چھوڑ دی تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں پر بھی خوشگوار اثر پڑا۔ انہوں نے لین دین میں فریب اور دھوکہ سے کام لینا ترک کر دیا۔ چیزیں اصلی اور عمدہ ملنے لگیں۔ راستے محفوظ ہو گئے چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں ختم ہو گئیں۔ وہی راہزن جو پہلے مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ اب سایہ دار درختوں تلے پانی کے مٹکے بھر کر رکھتے تھے تاکہ آنے جانے والے لوگ پانی پی سکیں۔ [۸۴]

آپؒ مسلسل روزہ رکھنے کے عادی نہ تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ نظام الدین نے حضرت بہاءالدین زکریاؒ کی حکایت بیان کی ہے کہ وہ روزہ کم رکھتے البتہ اطاعت و عبادت بہت زیادہ کرتے تھے اس وقت یہ آیت مبارکہ زبان پر آئی:

﴿کلوا من الطیبٰت و اعملوا صالحاً﴾

''پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو''

اور فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں یہ آیت صادق آتی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں آپؒ کے ہم عصر حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ مسلسل روزہ رکھتے فرمایا کہ شیخ کبیر حضرت بابا فریدالدینؒ روزے کم چھوڑتے تھے۔ چاہے

فصد کھلواتے یا پچھنے لگواتے یا بخار آتا، روزہ ضرور رکھتے۔[۸۵]

آپؒ اپنے عہد کے بہت بڑے عابد بھی تھے اور عالم بھی۔ حجرے میں بیٹھ کر ارادت مندوں کو تزکیہ نفس کی تعلیم بھی دیتے تھے اور مسجد و محراب کی زینت بن کر لوگوں کے دلوں کو گرماتے بھی تھے۔ بسا اوقات ایک ہی نشست میں ہزارہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی نہ کوئی دنیا دار، فاسق، وعظ سن کر چیخ اٹھتا اور اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں لٹا کر حضرت کے خدام میں شامل ہو جاتا یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ تھا۔[۸۶]

علماء حضرات ایک طرف لاکھوں کے ہجوم میں قرآن و حدیث کا درس دیتے نظر آتے اور دوسری طرف گچھے دار جھاڑیوں میں عارفان حق آگاہ کا حلقہ نظر آتا تھا جس میں زنگ آلود قلوب نہ صرف صیقل ہوتے بلکہ تزکیہ نفس استغراق مراقبہ اور شرعی عبادات کے لیے انہیں تیار کیا جاتا تھا۔[۸۷]

حضرت شیخ الاسلام کا قرون وسطیٰ کی سیاسیات پر گہرا اثر و رسوخ تھا۔ چنانچہ ملتان پر اقتدار قائم رکھنے میں انہوں نے التمش (607ھ، 1210ء، تا 633ھ، 1235ء) کی بڑی مدد کی اور اس کا دیا ہوا اعزازی لقب ''شیخ الاسلام'' بھی قبول کیا۔ 440ھ، 1246ء میں جب منگولوں نے ملتان کا محاصرہ کر لیا اور ہرات کا حکمران بھی ان کے ساتھ مل گیا تو شیخ نے اپنے پاس سے حملہ آوروں کو ایک لاکھ دینار کی پیشکش کی اور انہیں محاصرہ اٹھا لینے پر راضی کر لیا۔[۸۸]

اکابر خلفاء اور وابستگان درگاہ غوثیہ سہروردیہ

جناب نور محمد خان فریدی نے اپنی کتاب ''تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ میں'' آسمان غوثیت کے تابندہ ستارے'' کے تحت ایک عنوان قائم کیا ہے۔ جس میں

جنوبی ایشیاء کے ان تمام آستانوں کی فہرست دی ہے جنہیں اس عظیم درگاہ غوثیہ سے روحانی نسبت کا شرف حاصل ہے یہ وہ اولیاء اللہ ہیں جنہوں نے اس خانوادے سے منسلک ہونے کے باوجود ساری زندگی گمنامی میں بسر کر دی تھی اور انہوں نے کبھی اپنے آپ کو منظر عام پر نہیں آنے دیا۔ ان قدسی نفوس نے حضرت کے مبارک مسلک کو دنیا بھر میں پھیلا دیا اور پھر یہ سلسلہ اولاد در اولاد اور خلفاء بہ خلفاء جاری رہا۔ یہاں تک کہ مراکش سے جاوا اور سماٹرا تک زمین کا گوشہ گوشہ فیضان سرمدی سے سرشار اور نور محمدی کی روشنی سے مالا مال ہوگیا۔ حضرت کی جاری کردہ نہروں سے فیض اور نور کے بے شمار چشمے آج تک جاری ہیں۔ شیخ جلال الدین تبریزی کی ایک روایت کے مطابق حضرت شیخ الاسلام کے تمام وابستگان اور متوسلین کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔[۸۹]

بارگاہ غوثیہ سہروردیہ ملتان کے سجادہ نشینوں کی تعداد 31 تک پہنچ چکی ہے۔

صوفیانہ تعلیمات

حضرت شیخ الاسلام نے اپنے مریدوں کو جو وصایا اور خطوط لکھے تھے ان سے صوفیانہ تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرے اور اس سے عبادات واذکار میں غیر اللہ کی نفی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احوال کو درست اور اقوال وافعال میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے سوا کوئی بات نہ کہے اور نہ کوئی کام انجام دے۔ ہر قول وفعل سے پہلے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اسی سے نیک عمل کرنے کی توفیق کی مدد چاہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو ذکر ہی سے طالب محبت تک پہنچتا ہے۔ محبت ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو

مذکور کے مشاہدے کے ساتھ ذکر حقیقی ذکر ہوتا ہے یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون﴾ میں فلاح کا وعدہ کیا گیا۔ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرتا رہے ماسوا اللہ کو دل سے دور کر دے دنیا کے لوگوں کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کر لے اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے موانست نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی بو بھی وہ نہ سونگھ سکے گا۔[۹۰]

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کے حالات وواقعات اور ان کی علمی اور روحانی خدمات پر نہ صرف یہ کہ مورخین اور تذکرہ نویسوں نے بہت کچھ لکھا بلکہ آپ پر بہت سے تاریخی اور تحقیقی مقالات ومضامین شائع ہوئے اور ہوتے رہیں گے جن میں تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ از نور احمد خان فریدی مطبوعہ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور 2002ء یہ کتاب حضرت کے روحانی اسرار ومعارف اور فکر وعبرت کا آئینہ دار ہے۔اس کتاب کے علاوہ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی صاحبہ مقالہ پی ایچ ڈی بعنوان احوال وآثار شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی مولوی محمد شفیع مرحوم (سابق پرنسپل اورینٹل کالج) کا مقالہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ قابل ذکر ہیں۔

آج بھی آپؒ کی تعلیمات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔یقیناً صوفیاء کرام کی تعلیمات ہمارے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں جو تقرب الی اللہ کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ان میں معرفت الٰہی ،توحید،یقین ،تزکیہ نفس ،احسان واخلاص ،محبت الٰہی ،عشق رسول ﷺ ،رضا برقضا ،تواضع انکساری ،صبر وتحمل ،شکر ،توکل ،تفویض ،مراقبہ ومشاہدہ وغیرہ شامل ہیں ۔ان کے منافی امور جیسے غرور، کبر، حسد، کینہ ،بغض ،کینہ ،خوف فقر، حب مال، جاہ، حب مدح ،لمبی امید، کراہت غیر اللہ کا خوف ،گناہوں پر اصرار

اور غفلت وغیرہ سے اجتناب بھی ان کی تعلیمات میں شامل ہیں۔

حکمرانوں سے تعلقات

ملتان آنے کے بعد کچھ عرصہ تک عبادت اور ریاضت میں مشغول رہے۔ بعد ازاں خلق خدا کی روحانی اصلاح اور تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں زور شور سے کام شروع کیا۔ ان دنوں برصغیر پاک و ہند التمش کے زیر نگین تھا اور اوچ اور شمالی سندھ پر ناصر الدین قباچہ کا اقتدار تھا۔ بہت جلد آپ کے روحانی فیض کا شہرہ ملک کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔ بہت جلد اس عہد کے حکمران بھی آپ کی عزت کرنے لگے۔ البتہ ایک بار ناصر الدین قباچہ کو آپ سے رنجش ہوئی تھی لیکن جلد ہی وہ دور ہوگئی اور قباچہ بھی آپ کی عزت کرنے لگے۔

شمس الدین التمش کو بھی جب آپ کے روحانی مرتبہ کا علم ہوا تو وہ بھی آپ کی عزت کرنے لگے یہاں تک کہ عزت و احترام سے آپ کو دہلی بلایا اور آپ کو شیخ الاسلام مقرر کیا۔ یہ عہدہ بڑے عرصہ تک آپ کے خاندان میں قائم رہا۔ آپ نے کئی مرتبہ ہند و سندھ کا تبلیغی سفر کیا اور بہت سے ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ مثلاً بھٹی، انڈھڑ وغیرہ بعض دفعہ شیخ فرید الدین گنج شکر، سید عثمان قلندر شہباز مرندی سیوھانی اور اپنے مرید سید جلال سرخ بخاری کے ساتھ سفر کیا۔[۹۱]

ملتان میں آپ نے ایک دینی درسگاہ اور خانقاہ قائم کی۔ نذر و نیاز اور عطیات سے آپ کے پاس بہت بڑی دولت جمع ہوئی تھی۔ جس سے مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے علاوہ، مساکین محتاجوں اور مسافروں کی مدد بھی فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ زراعت اور تجارت پر بھی آپ کی توجہ تھی اور بہت سے ملازم، گماشتے اور کارندے یہ کام انجام دیتے رہتے تھے اس سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ بھی انہی کاموں

میں خرچ ہوتی تھی خانقاہ میں لنگر عام تھا جس سے امیر وغریب، مہمان اور مسافر کو کھانا ملتا تھا علمائے کرام اور مشائخ عظام کی خاطر و تواضع پر ذاتی توجہ فرماتے تھے۔

اس زمانہ میں پنجاب اور سندھ میں قرامطہ موجود تھے جن کے عقائد، اسلامی تعلیمات کے منافی تھے ان کی ملحدانہ تعلیم غیر شعوری طور پر عوام کے قلب و دماغ پر چھائی جارہی تھی۔ سندھ میں خانوادہ سومرہ کی حکومت تھی جو قرامطہ تھے اس کے علاوہ پنجاب کے کئی قبائل ابھی تک غیر مسلم تھے اور مسلمانوں میں بھی وہ اسلامی جذبہ نہیں رہا تھا۔ روحانی اور اخلاقی تعلیم کا فقدان تھا اور امن وسلامتی مفقود تھی۔ اسلامی معاشرہ انتشار کا شکار تھا۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت غوث بہاؤالحق زکریا نے رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کے لئے ایک منصوبہ بنایا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے خلفاء، فقراء اور مشائخ کی ایک جماعت تیار کی۔ ان کو اس مقصد کے لیے پنجاب، سندھ، مکران کے تبلیغی دورے کرنے کی ہدایت کی۔ ان میں سے کچھ بزرگان دین کو بعض جگہوں پر متعین کیا کہ وہ وہاں رہ کر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کریں اور تبلیغ اسلام کی خدمات سرانجام دیں۔ [۹۲]

اس کے علاوہ آپ نے خود بھی سندھ اور پنجاب کے کئی دورے کئے اس زمانہ میں ایک شاہراہ موجود تھی جو ملتان سے سندھ کو جاتی تھی اور پھر وہاں سے ''کچھ'' (بھارت کا علاقہ) کو جاتی تھی۔ وہ دشوار گزار راستہ تھا اور پنجاب اور سندھ کے ریگستانوں سے گزرتا تھا۔ آپ اپنی جماعت کے ساتھ اس راستے کے ذریعہ پنجاب، سندھ اور ''کچھ'' (موجودہ بھارت کا علاقہ) کے کئی شہروں میں گئے اور لوگوں کو اسلامی تصوف سے روشناس کرایا۔ آپ کی شخصیت اور گفتگو میں بڑا اثر تھا۔ آپ کی

مجالس میں جو بھی آتے تھے ان کے دلوں کی کائنات بدل جاتی تھی۔ چنانچہ کئی غیر مسلم قبائل نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ کئی لوگ راہ راست پر آئے۔ سندھ کے سومرو حکمرانوں نے قرامطہ عقائد ترک کر کے سنی عقائد اختیار کئے اور کئی لوگ آپ کے روحانی فیض سے مستفیض ہوئے۔

آپ تنہا سفر پر بہت کم روانہ ہوئے۔ اکثر جماعت کے ساتھ جاتے تھے۔ بعض سفروں میں آپ کے دوست حضرت فریدالدین گنج شکر، حضرت سید عثمان قلندر سیوہانی اور سید جلال الدین سرخ بخاری نے آپ کے ساتھ سفر کیا۔[۹۳]

آپ نے ضروری سمجھا کہ مسلمان حکمرانوں میں تبدیلی پیدا کی جائے اور ان سے اسلام کی خدمت کا کام لیا جائے۔ اس زمانہ میں ''اوچ'' کے حکمران ناصر الدین قباچہ تھے۔ وہ ملتان آئے تو حضرت غوث سے بھی ملے اور بڑے متاثر ہوئے۔ اس زمانہ میں سلطان شمس الدین التمش ہندستان کا حکمران تھا اور ناصر الدین قباچہ اس کا حریف تھا۔ حضرت زکریا کا قلبی رجحان سلطان ایلتمش کی طرف تھا کیونکہ وہ دیندار اور شریعت کا پابند تھا۔ بلکہ حضرت زکریا نے سلطان التمش کو قباچہ کے مظالم سے آگاہ کرنے کے لیے ان کو خط لکھا جو قباچہ کے ہاتھ لگ گیا۔

قباچہ نے آپ کو طلب کیا۔ جب حضرت زکریا کے ہاتھ ان کا مکتوب دیا گیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ بے شک یہ خط میرا ہے مگر میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔ یہ سن کر قباچہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور معذرت کر کے حضرت کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خاطر حکام سے اشتراک عمل کرنے میں بھی دریغ نہ فرماتے ایک بار ملتان میں سخت قحط پڑا۔ والی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی۔ حضرت

زکریا نے غلہ کی بڑی مقدار اپنے ہاں سے اس کے پاس بھیجی۔

ملتان میں آپ کی بڑی خانقاہ تھی جس میں درس وتدریس کے ساتھ صوفیائے کرام کی تربیت ہوتی تھی۔ رشد وہدایت کے لیے جماعتیں تیار کی جاتی تھیں اور فقراء اور مساکین کی مالی مدد کی جاتی تھی۔ آپ کے ہاں طرح طرح کے کھانے پکتے تھے اور مہمانوں، مسافروں اور درویشوں کو کھلائے جاتے تھے۔ آپ کو مال ودولت کی کبھی کمی محسوس نہ ہوئی۔ کبھی کوئی حاجت مند آپ کے ہاں سے محروم نہیں گیا۔[۹۴]

سلطان ایلتمش آپ کے مرید تھے۔ آپ ان سے ملنے جب دہلی جاتے تو آپ کی سفارش پر کئی لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ سلطان نے آپ کو شیخ الاسلام کا عہدہ پیش کیا جس کو آپ نے قبول کیا اور ایک مدت مدید تک یہ عہدہ ان کے خاندان میں جاری رہا۔

سماع سے بھی کبھی کبھی شغل فرماتے تھے۔ آپ کے پیر حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی بھی کبھی کبھی سماع شوق سے سنتے تھے۔ حضرت ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی کی کتاب ''آداب المریدین'' میں سماع پر بحث موجود ہے۔ سندھ میں حضرت غوث کے مریدوں میں سماع کا ایک طریقہ موجود ہے۔ سماع کا یہ طریقہ ''سمع'' کے نام سے موجود ہے یہ لفظ بھی دراصل لفظ ''سماع'' کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ ''سمع'' کا طریقہ یہ ہے کہ ایک حلقہ بناتے ہیں جس میں چند فقیر بغیر ساز وسرود کے حمدیہ، نعتیہ اور دعائیہ سندھی بیت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ ''ذکر'' بھی کرتے رہتے ہیں۔

حضرت زکریا بڑے حلیم، بردبار، خوش اخلاق اور پرکشش طبیعت کے مالک تھے۔ غایت تواضع میں اپنی تعظیم وتکریم پسند فرماتے تھے۔ دوسرے بزرگوں سے بڑی

محبت سے ملتے تھے اوران کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو ملتان آئے۔حضرت زکریا آپ سے بڑی محبت، تعظیم اورشفقت سے ملے اور کچھ دنوں کے لئے آپ کو اپنے ہاں مہمان کر کے رکھا۔حضرت بختیار کاکی بھی آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔چنانچہ جب حضرت بختیار کی کے مریدوں نے آپ کو ملتان میں قیام کرنے کی دعوت دی تو فرمایا کہ ملتان کی سرزمین پر شیخ بہاء الدین زکریا کا قبضہ اورسایہ کافی ہے۔یہاں ان کا ہی تعلق ہے اور ان ہی کی حمایت تم لوگوں کے ساتھ رہے گی۔حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی بھی عزت کرتے تھے۔ان کے ساتھ سیر وسیاحت بھی کی۔ان کے علاوہ وہ حضرت قلندر شہباز، حضرت جلال الدین تبریزی اور دوسرے بزرگوں کے ساتھ بھی بڑی محبت اور خلوص سے ملاقاتیں کرتے رہے۔

ان خصوصیات کی وجہ سے آپ اپنے مقصد میں کامیاب رہے اورلوگوں کے عقائد، اخلاق، معاشی اور معاشرتی حالات میں خوشگوارتبدیلی اور پاکیزگی پیدا کی۔ دین اسلام کی تبلیغ بڑے موثر انداز میں ہوئی۔عوام کے عقائد درست ہوئے اور مادی ترقی کے ساتھ روحانی ترقی کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔آپ کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے اتنی کشش رکھی تھی کہ لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اورآپ کی مریدی پر فخر کیا کرتے تھے۔یہ آپ کا روحانی کمال ہے کہ لوگ پاپیادہ دوردراز علاقوں سے سفر کر کے ہر سال آپ کے عرس میں شریک ہوتے رہے۔یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔[۹۵]

شیخ الاسلام اور مسلم مؤرخین

مسلمان مؤرخین اورتذکرہ نویسوں نے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا

ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی کوششوں کی بڑی تحسین کی ہے۔ یہاں سوانحی تذکروں صوفیانہ تاریخی کتب اور دیگر تاریخ ہند کے ذرائع سے کچھ اقتباسات نقل کیے جا رہے ہیں۔ جن میں حضرت شیخ کی تبلیغی خدمات اور ہندوستان کی تاریخ تصوف میں آپ کے مقام ومرتبہ کی وضاحت کی گئی ہے:

شیخ نور محمد بخش نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''سلسلۃ الذہب'' میں حضرت شیخ کے تذکرے میں لکھا ہے:

''بهاء الدين زكريا الملتاني قدس سره رئيس الاولياء ببلاد هند وكان عالما بعلوم الظاهرة صاحب الاحوال والمقامات من المكاشفات والمشاهدات مرشداً ينتسعب منه كثير من الاولياء في الارشاد وهداية الناس من الكفر الى الايمان ومن المعصية في الطاعة من النفسانية الى الروحانية'' [۹۶]

''بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ ہندوستان کے رئیس الاولیاء تھے۔ آپ علوم ظاہری کے زبردست عالم اور صاحب احوال ومقامات اور صاحب مکاشفات ومشاہدات تھے۔ آپ ایسے مرشد کمال تھے جن میں سے اکثر اولیاء کے سلسلے نکلتے ہیں۔ آپ کا کفر سے ایمان، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف ہدایت کرنے میں بڑا مقام ہے''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1052ھ 958ء) نے صوفیہ کے احوال پر مبنی کتاب ''اخبار الاخیار'' مرتب کی جس میں انہوں نے حضرت شیخ الاسلام کے متعلق لکھا:

''خلیفۃ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما از اکابر اولیاء ہندست صاحب کرامات ظاہرہ ومقامات باہرہ وبرکات شاملہ'' [۹۷]

''آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ آپ کا شمار ہندوستان کے اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔ ظاہری کمالات، بلند مراتب اور اعلیٰ برکات وفیوض سے آراستہ تھے''

شہزادہ داراشکوہ نے اپنی کتاب ''سفینۃ الاولیاء'' میں ان کا ذکر یوں کیا ہے:

''پھر آپ شیخ الشیوخ سے اجازت لے کر ملتان آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور طالبان حق کی ہدایت وارشاد میں مشغول ہوئے آپ کی برکت سے بہت سی مخلوق راہ راست پر آئی اور اس شہر اور اطراف کے تمام لوگ معتقد ہوئے اور آج بھی اس نواح میں آپ کے مرید کثرت سے موجود ہیں'' [۹۸]

حضرت شیخ الاسلام کے تذکرہ نویس نور احمد خان فریدی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کی تبلیغ کے اثرات کا بڑے دلکش انداز میں یوں ذکر کرتے ہیں:

''حضرت جب اس سرزمین میں تشریف لائے تھے یہ علاقہ کفر

والحاد کا گہوارہ بن رہا تھا لیکن اب کایا پلٹ چکی تھی۔، ملک کے
طول وعرض میں ہزاروں مبلغین حضرت کے اشارہ پر مئے
توحید کے خم لنڈھاتے پھرتے تھے اور چپہ چپہ پر قرآن
وحدیث کے درس جاری تھے'' [۹۹]

ڈاکٹر محمد ریاض جو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو ''صوفی گر'' مشائخ کرام میں شمار کرتے ہیں [۱۰۰]

آپ کی تبلیغی خدمات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''شیخ زکریا کی تبلیغ کے نتیجے میں اشاعت اسلام کا کام کافی آگے
بڑھا اور مسلمانوں کی اصلاح احوال بھی ہوئی'' [۱۰۱]

پروفیسر محمد خورشید شعبہ تاریخ ومطالعہ پاکستان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور حضرت بہاء الدین زکریا کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''1217ء میں ملتان پہنچ کر شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ
کی حیثیت سے خانقاہ سہروردیہ قائم کی۔ اس کے نتیجے میں
اسلامی تعلیمات اور رشد وہدایت کا مرکز کوٹ کروڑ سے ملتان
تک ہو گیا اور یہ کہ اسی خطہ پاک ارض (کوٹ کروڑ) کے توسط
سے ملتان رشد وہدایت کے مرکز میں تبدیل ہوا اور سلسلہ عالیہ
سہروردیہ کا مرکز ومحور ٹھہرا۔ مابعد بزرگانِ دین کی دینی تعلیمات

اور اشاعت اسلام کے سبب مدینۃ الاولیاء کہلایا"[۱۰۲]

عزیز احمد نے سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ بڑی خانقاہوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اجمیر میں چشتی سلسلہ کی خانقاہ اور ملتان میں سہروردی خانقاہ کا قیام تیرہویں صدی میں صوفیانہ مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے بھی مرکز تھے"[۱۰۳]

یہاں ان کا اشارہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری اپنی کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں حضرت بہاء الدین زکریا کے متعلق رقم طراز ہیں:

"شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا بن محمد ملتانیؒ (م 666ھ) اسی ہباری خاندان کے چشم و چراغ تھے جنہوں نے منصورہ کے بنو ہبار کے تقریباً تین سو سال بعد ملتان میں رشد و ہدایت اور علم و فضل کی بساط بچھائی۔ اس ہباری فقیر نے اپنے لق و دق سجادہ کے ذریعے ہباری حکمرانوں کے تخت و تاج سے زیادہ دوام و ثبات پایا اور ملتان کا نام اس خانوادہ علم و فضل کی وجہ سے مدتوں روشن رہا"[۱۰۴]

اعجاز الحق قدوسی نے حضرت شیخ الاسلام کے بارے میں تحریر کیا ہے:

"ملتان واپس آنے کے بعد آپ نے اصلاح و تربیت کا کام

بڑے پیمانے پرانجام دیا اور آپ کے فیوض وبرکات سے سارا

ہندوستان منور ہو گیا''[۱۰۵]

مولانا عبدالرشید طالوت نے حضرت بہاء الدین زکریا کے بارے میں بیان کیا:

''کشمیر، سندھ، گجرات، دکن، بنگال اور مشرق بعید کی بھولی بھٹکی

مخلوق کو اسلام سے متعارف کرانے میں ہمارے شیخ الاسلام کا

بڑا حصہ ہے''[۱۰۶]

کرم الٰہی بدر ''تاریخ ملتان'' میں حضرت شیخ کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی وہ ہستی ہیں جنہیں اس

سلسلہ (سہروردیہ) کو تمام ہندوستان میں پھیلانے کا شرف

حاصل ہے۔آپ نے ملتان اور اوچ میں سلسلہ عالیہ کی

خانقاہیں قائم کیں اور یہ حضرت غوث کی تبلیغی کوششوں کا ہی نتیجہ

تھا کہ وہ سرکش قبائل جنہوں نے بارہا غزنوی اور غوری مجاہدین

سے ٹکر لی تھی ۔اسلام کے محافظ بن گئے اور ملتان قبۃ الاسلام

کہلایا۔غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی وہ سرچشمہ ہیں۔جس نے

سندھ اور ملتان میں اسلام کے پودے کو سدا بہار بنا دیا''[۱۰۷]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

کے سلسلے کو زیادہ تر سندھ اور پنجاب میں فروغ حاصل ہوا اگرچہ ان کے مریدین ہرات، ہمدان اور بخارا میں بھی تھے۔[۱۰۸]

ڈاکٹر روبینہ ترین نے ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ'' میں لکھا ہے:

''آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملتان میں ایک علمی ودینی مدرسہ قائم کیا جس کے فارغ التحصیل اور تربیت یافتہ علماء، مبلغین اور واعظین نے نہ صرف برصغیر بلکہ بیرون ملک یعنی جاوا، سماٹرا، انڈونیشیاء، فلپائن، خراسان اور چین تک اسلام کی روشنی پھیلائی''[۱۰۹]

آگے چل کر لکھتی ہیں کہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے اپنی ساری عمر لوگوں کی فلاح اور رشد وہدایت کے لیے وقف کر دی تھی۔[۱۱۰]

حضرت بہاء الدین زکریا کے ایک اور سوانح نگار حمید اللہ شاہ ہاشمی نے لکھا ہے:

''برصغیر پاک وہند میں جن برگزیدہ ہستیوں کے طفیل اسلام کا نور چار سو پھیلا ان میں شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں''[۱۱۱]

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی برصغیر کی اس عظیم روحانی شخصیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''سلسلہ سہروردیہ برصغیر پاک وہند میں حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خلفاء خاص طور پر حضرت غوث

بہاء الدین زکریا ملتانی کے ذریعہ پھیلا اور مختلف علاقوں تک پہنچا لیکن یہ سعادت موجودہ پاکستان کے علاقوں پنجاب اور سندھ کو حاصل ہے کہ یہ روحانی اور اخلاقی تحریک پہلے یہاں پہنچی اور یہاں سے دورز دراز علاقوں اور شہروں تک پہنچ گئی ۔اس تحریک کے بزرگوں نے تبلیغ کے ذریعے اسلام کی اہم خدمات سرانجام دیں ۔کئی غیر مسلموں نے اس سلسہ کے بزرگوں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔۔بے شمار لوگ روحانی فیض سے مستفیض ہوئے" [۱۱۲]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت زکریا کی تبلیغی خدمات کا یوں ذکر فرمایا ہے:

"مغربی پنجاب میں اشاعت کا فخر سب سے زیادہ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی کو حاصل ہے" [۱۱۳]

مولانا سید عبدالحی لکھنوی "نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر" میں لکھا ہے کہ:

"ملتان تشریف لانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام ہمہ تن دعوت وارشاد پر متوجہ ہو گئے جس سے لوگوں پر اس قدر اثر ہوا کہ ان سے پہلے کسی صاحب طریقت کے ارشاد ودعوت سے اس قدر فائدہ نہ ہوا تھا" [۱۱۴]

محمد دین کلیم مؤرخ لاہور نے لکھا ہے کہ:

''حضرت بہاء الدین زکریاؒ مختلف ممالک اور شہروں کی سیر وسیاحت کے بعد ملتان تشریف لائے یہاں آکر آپ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کا ایک بڑا زبردست مرکز قائم کیا جس کا کام مبلغ پیدا کرنا تھا۔انہوں نے آپ کے تبلیغی دوروں کے حوالے سے یہ بتایا کہ عام طور پر گرمی کا موسم کشمیر، بلخ، بخارا، دمشق، نیشا پور اور افغانستان کی طرف گزرتا اور سردی کے ایام میں راجپوتانہ، سندھ اور پنجاب کے میدانی علاقوں میں وعظ وتبلیغ پر جاتے۔ساون بھادوں کے مہینوں میں دیبل، ملہیر اور سہوان کی طرف نکل جاتے'' [۱۱۵]

غیر مسلموں کا اعتراف عظمت

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز کی تبلیغی مساعی اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج کے لیے خدمات کا اعتراف غیر مسلم قلمکاروں نے بھی کیا۔ان کا ذکر متعدد مستشرقین کی کتب میں ملتا ہے۔یہاں بطور نمونہ بعض غیر مسلم مصنفین کی کتب سے حضرت شیخ الاسلام سے متعلق چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

سر تھامس آرنلڈ (Sir,Thomas W.Arnold) سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اپنی تصنیف دعوت اسلام (The Preaching of Islam) میں رقم طراز ہیں:

''پنجاب بھر کے مغربی صوبوں کے باشندوں نے بہاؤ الحق ملتانی اور بابا فرید پاک پتنی کی تعلیم وتلقین سے اسلام قبول کیا

۔ یہ دونوں بزرگ تیرہویں صدی کے قریب خاتمہ اور چودھویں
صدی عیسوی کے شروع میں گزرے ہیں‘‘[۱۱۶]

معروف مستشرق اے۔ جے آر بری (A.J.Arbery) اپنی کتاب تصوف (Sufism) میں حضرت زکریا ملتانیؒ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

’’شیخ شہاب الدین سہروردی نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں
لکھی ہیں جن میں سب سے معروف اور اثر انگیز
’’ عوارف المعارف‘‘ ہے جو اس سلسلے بنیادی درسی کتاب بن
گئی ہے ان کی تعلیمات ہندوستان میں بہاء الدین زکریا ملتانی
کے ذریعے پہنچیں اس لیے فوری قبولیت پائی‘‘[۱۱۷]

’’کیمبرج ہسٹری آف اسلام‘‘ میں بھی سلسلہ سہروردیہ کے
بہاء الدین زکریا کے ذریعے ہندوستان پہنچنے کا ذکر موجود
ہے‘‘[۱۱۸]

ایل بی ون جونز (L.Bevan jones) جو بپٹسٹ مشنری سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کا تعارف کرواتے ہوئے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کا یوں ذکر کرتے ہیں:

’’اس سلسلے کی بنیاد ضیاء الدین ابی نجیب سہروردی نے رکھی جن کا
1167ء میں انتقال ہوا۔ ہندوستان میں اسے ملتان کے شیخ

بہاء الدین زکریا نے متعارف کرایا جو بانی سلسلہ کے جانشین شیخ
شہاب الدین کے مرید تھے۔ بہاء الدین نے 1266ء میں
وفات پائی۔ ملتان میں ان کے مزار کا بہت احترام کیا جاتا ہے
ان کی روحانی اولاد نے اسلام کی اشاعت کا کام مستعدی اور
کامیابی سے سرانجام دیا'' [۱۱۹]

سرلیبل ایچ گرفین اور کرنل میسی نے تذکرہ روسائے پنجاب (Punjab Cheifs) میں حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''حضرت بہاء الدین زکریا 1170ء میں تحصیل لیہ کے مقام
کروڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ اسد بن ہاشم کی اولاد سے تھے اور
ہاشم پیغمبر خدا ﷺ کے دادا تھے۔ ان کا مورث اعلیٰ سلطان
محمود غزنوی کے کسی حملہ کے ہمراہ ہندوستان آیا اور کوٹ کروڑ
میں توطن اختیار کیا۔ حضرت بہاء الدین زکریؒ زمانہ طفلی ہی
میں تحصیل علم وکمال کے شوق سے اپنا گھر چھوڑ کر خراسان چلے
گئے اور وہاں شیخ الاسلام مولانا شہاب الدین سہروردی کے
شاگرد بنے۔ مخدوم بہاء الدین نے علم وفضل کی وجہ سے جلد ہی
حقیقت آگاہی اور خدا شناسی میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرلیا اور اس
کے بعد انہوں نے سفر وسیاحت اختیار کر کے کئی سال تک
ترکستان، شام اور عرب میں گشت کیا۔ 1222ء میں آپ
ملتان میں قیام فرمانے کی نیت سے ہندوستان واپس

آئے۔پہلے پہل تو ان کے یہاں سکونت پذیر ہونے کی
مخالفت کی گئی مگر آخر کار سب مزاحمتیں دور ہوگئیں اور ان کی
کرامات اور زہد وتقویٰ کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا جس کی
وجہ سے بے شمار آدمی ان کے مرید ہوگئے''[۱۲۰]

پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ (بھارت) کے ڈیپارٹمنٹ آف پنجاب ہسٹوریکل اسٹڈیز کے ڈاکٹر فوجہ سنگھ(Fauja Singh) نے اپنی کتاب مبسوط History of the Punjab میں عظیم صوفی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''آہستہ آہستہ ملتان اور اوچ میں پیروں اور فقیروں کے ناموں
سے وابستہ مستقل علم کے گہوارے قائم ہو گئے۔ان میں سلسلہ
سہروردیہ زیادہ نمایاں ہے۔اس شاخ کے اصل بانی بغداد کے
صوفی بزرگ شہاب الدین سہروردی تھے لیکن ملتان میں اس
سلسلے کی بنیاد صوفی بزرگ بہاءالدین زکریا نے رکھی''[۱۲۱]

اس نامور بزرگ کا احترام کرنے والوں میں دونوں مسلم اور غیر مسلم شامل ہیں۔قیام پاکستان سے قبل ان کے مزار پر حاضری دینے والوں میں ہندو اور سکھ بھی شامل ہوتے تھے۔بعض غیر مسلم ان کی درگاہ پر حاضر ہو کر دعا کیا کرتے تھے۔

مثال کے طور پر جے رائل بیری سوم(J.Royal Roseberyiii) ہندوؤں کے اس بزرگ سے عقیدت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''بہت سے ہندو مسلم بزرگوں کا احترام کرتے تھے مول راج
کی ماں نے حضرت بہاءالحق کے مزار پر نیاز چڑھا کر یہ التجا کی

۔ اس کا بیٹا نہ صرف انگریزوں پر فتح حاصل کرے۔ بلکہ بعد

ازاں سکھوں کو بھی شکست دے اور پنجاب کا بادشاہ بنے'' [۱۲۲]

شیخ بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی کی تعلیمات

یہاں حضرت شیخ کے وہ ارشادات بیان کئے جاتے ہیں جو مختلف صوفیوں کے تذکروں یا ملفوضات میں پائے جاتے ہیں۔ اخبار الاخیار کے مصنف شیخ محدث عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب مذکور میں ان خطوط کا ذکر کیا ہے۔ جو شیخ نے اپنے مریدوں کو وقتاً فوقتاً لکھے۔ ان کا انتخاب پیش خدمت ہے:

آپ نے فرمایا: روح کی سلامتی گناہوں کو ترک کرنے میں ہے اور دین کی سلامتی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور بدن کی سلامتی کم کھانے میں ہے۔

خدا کے ذکر کو اپنے اوپر واجب سمجھو کہ ذکر کے ذریعے ہی طالب اپنے محبوب کو پاتا ہے۔ عشق ایک آگ ہے جو کثافتوں کو جلا ڈالتی ہے اور جب عشق راسخ ہو جاتا ہے تو اس کے مشاہدے سے ذکر حقیقی انجام پاتا ہے اور یہ وہ ذکر کثیر ہے کہ خداوند کریم نے اس کے ذریعے فلاح کا وعدہ فرمایا ہے۔

﴿واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون﴾ [۱۲۳]

آپ نے فرمایا: کہ کریم وہ ہے کہ جس کی طینت اس کے دل کے ساتھ اور اس کا دل سب کے ساتھ دمساز ہو۔ جسم میں دل کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا بلکہ ہر وقت ایک نئی حالت اور تازہ شکل وہیئت اختیار کرتا ہے۔ کبھی حاضر اور کبھی غائب ہوتا ہے۔ کبھی قادر اور کبھی غافل، کبھی ہوشیار اور کبھی ساکت ہوتا ہے۔ کبھی حالت ذکر میں کبھی عالم، کبھی جاہل، کبھی کافر، کبھی مومن، ایک وقت میں زیر اور ایک وقت میں زبر

ہوتا ہے۔ دل کبھی نیک اور کبھی بد ہوتا ہے۔

لوگوں کے بارے میں آپ نے فرمایا: دنیا کے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں:

اول: زاہد عابد یعنی وہ لوگ جن کا ظاہر برا اور باطن اچھا ہوتا ہے۔

دوم: علماء و فضلاء کہ جن کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے۔

سوم: جاہل لوگ کہ ان کا ظاہر اور باطن برا ہوتا ہے۔

حضرت شیخ کے نزدیک تین چیزیں انسان کی ہلاکت کا باعث ہوسکتی ہیں:

اول: توبہ کی امید میں گناہ کا ارتکاب۔

دوم: لمبی عمر کی امید کے تحت توبہ نہ کرنا۔

سوم: اپنے بڑے گناہ کو عفو و بخشش کی امید میں ناچیز خیال کرنا۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ زہد کے تین حروف ہیں:

اول: ''ز'' کہ اس سے مراد دنیا کی زیب و زینت کو ترک کرنا ہے۔

دوم: ''ھ'' جو ہوا و حرص کو ترک کرنے سے متعلق ہے۔

سوم: ''د'' دنیا اور دولت سے درگزر کرنا ہے۔ [۱۲۴]

آپ کے خیال میں ستمگر کی اس کے ظلم و ستم میں اور افعال کے وصف میں مدد کرنا خود ایک ظلم ہے بلکہ اس کے ساتھ جور و فا کا سلوک کرنا ثواب ہے۔

آپ نے فرمایا: انسان جب بات کرے تو اسے سوچنا چاہیے کہ خدا اس کی بات کو سن رہا ہے اور جب خاموش رہے تو سمجھ لے کہ خدا اس کے دل کے راز سے واقف ہے۔ اسے جاننا چاہیے کہ میرا اٹھنا اور بیٹھنا اس کے یعنی خدا کے سامنے ہے۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ تین چیزیں تین لوگوں کے لیے نقصان دہ ہیں:

1۔ حکام و امراء کے لئے فساد اور دولتمندوں کے ساتھ ہم نشینی کی طمع۔

2۔ مردان خدا کے لیے علماء کا قرب۔

3۔ فقراء کے لیے ریا۔

آپ نے فرمایا: آزاد طبع انسان کسی کا غلام نہیں ہے اور جو سب کو عزیز ہو کہیں ذلت نہیں اٹھاتا۔ بادشاہ وہ ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اور خدا پرست وہ ہے جو تکبر و نخوت کے جال میں نہیں پھنستا۔ نیک انسان وہ ہے جو کسی کے ساتھ بدی نہیں کرتا۔ صاحب وقت وہ ہے جو نہ ماضی پر افسوس کرتا ہے اور نہ مستقبل کے لیے پریشان ہوتا ہے اور اپنے حال میں مست رہتا ہے۔

حضرت شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا: ہر دروازے اور ہر انسان کے پاس مت جاؤ۔ ایک دروازہ پکڑو لیکن مضبوطی سے اسے تھام لو۔ مرید کو اپنے وقت کا محافظ ہونا چاہیے اور ماسوائے اللہ کے اپنے دل کو دور رکھے اور مخلوق کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کر لے اور خدا کے ذکر سے محبت کرے۔ اگر ایسا نہ کرے تو سمجھ لے کہ اس نے خداوند کریم کے عشق کی خوشبو سونگھی ہی نہیں۔

آپ کے نزدیک مجاہدہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی نفس آرزو کرے بیس سال تک اس کی آرزو پوری نہ کرے۔[۱۲۵]

تعلیمات

حضرت زکریا ملتانی کے بعض ملفوظات مجمع الاخبار کے حوالہ سے ''اخبار الاخیار'' میں درج ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے کسی مرید کی گزارش پر ''الاوراد'' نامی ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ یہ ایک فقہی تصنیف ہے جو تصوف کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ مولوی محمد

شفیع نے اپنے تحقیقی مقالہ میں اس کا تعارف دیا ہے۔

سنہ 1978ء میں یہ کتاب مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اور اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔محمد میاں صدیقی نے اس کو مرتب کیا ہے اور حواشی لکھے ہیں۔حضرت غوث کی تعلیمات میں سے نمونہ کے طور پر چند باتیں یہاں پیش کی جاتی ہیں یہ اقتباسات کتاب الاوراد سے ہیں۔آخری دو باتیں اخبار الاخیار سے ماخوذ ہیں۔[۱۲۶]

مقصد زندگی

فرماتے ہیں کہ''معرفت الٰہی کے سلسلہ میں پہلا قدم ترک دنیا ہے۔جب انسان دنیوی کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس مقصد سے دور ہو جاتا ہے۔جس مقصد کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔وہ مقصد ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ عبودیت اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے اور وہ ہے قربت۔انسان عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔حجاب کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ نہیں سکتا۔نفسانی خواہشات حجاب کا سبب ہوتی ہے۔

اصلاح دل

انسان کی اصل چیز دل ہے۔دل کی اصلاح ہو جاتی ہے تو بدن کی اصلاح بھی خود بخود ہو جاتی ہے۔جسمانی موت کے سوا زندہ حالت میں بھی انسان کے دل کی حیات بھی ہے اور ممات بھی۔البتہ دل کی حیات و ممات جداگانہ نوعیت کی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اومن کان میتا فأحییناہ﴾

جب دل دنیوی لذتوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس میں غفلت آ جاتی ہے

اوراس پر وسواس کا غلبہ ہو جاتا ہے اوراس میں ہر قسم کا اندیشہ داخل ہونے لگتا ہے۔ یہ چیزیں دل کو سیاہ کر دیتی ہیں۔ جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب زمین میں خس وخاشاک بہت پیدا ہو تو وہ زمین اناج پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی۔اس کو کہتے ہیں یہ زمین مردہ ہے۔شاہ عبداللطیف بھٹائی کے پردادا شاہ عبدالکریم باڑی والے نے بھی ان لوگوں کے لیے جن کا دل مردہ ہو جاتا ہے فرمایا ہے کہ ''جن کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے وہ کھوکھلے ہیں اور بے مقصد زندگی گزار رہے ہیں''

فرماتے ہیں لیکن جب دل سے دنیا کا تعلق زائل ہو جائے اوراس میں سے ہوائے نفس دور ہو جائے اور بندہ اپنے وقت میں پیوستہ ذکر وتلاوت میں مصروف رہے تو وہ دل نور وذکر سے زندہ ہو جاتا ہے۔پس اسی راستہ میں اصل کام صلاحیت دل ہے اور یہ کیفیت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک آدمی اپنے باطن کو مذمومات سے کلی طور پر پاک نہ کرے۔[۱۲۷]

نماز

نماز نیاز سے ہے اور نیاز خشیت ہے۔خشیت علم سے ہے اور علم سے مراد ہے جاننا۔جو شخص کہتا ہو اور عمل بھی کرتا ہو لیکن جانتا نہ ہو وہ عین جاہل ہے اور جہل مانع قرب ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿تعلموا ما تقولون﴾ زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے اور دل مقام عیان ہے۔پس اگر نماز پڑھنے کے وقت دل کسی دوسری جگہ ہو تو نہ اس کا دل عیان میں ہوتا ہے نہ زبان گفتار میں اور نہ قالب کردار میں۔ نبی کریم ﷺ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو نماز کا حق نہیں جانتا تھا۔آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ آپ نے جو نماز پڑھی وہ نماز نہ تھی۔

خلوت

دل کو پلیدیوں سے پاک رکھنا چاہیے۔ جو چیزیں دل کو تباہ کر دیتی ہیں ان کی اصل ایک ہی ہے اور وہ ہے دنیا کی محبت۔ خلوت وعزلت سے دنیا کی محبت دل سے نکلتی ہے۔ اس لیے راہ حقیقت میں پہلا قدم خلوت ہے۔

خلوت اختیار کرنے کے لیے دس باتیں ضروری ہیں:

اول: علم تا کہ خلوت صحیح ہو اور اس کے ذریعہ حق کو باطل سے الگ کیا جا سکے۔

دوم: ''زہد''

سوم: شدت اور محنت کو اپنی مرضی سے اختیار کیا جائے۔

چہارم: خلوت کو سلامتی کے لیے اختیار کیا جائے۔

پنجم: نظر عقبیٰ کی طرف ہونی چاہیے۔

ششم: خود کو تمام لوگوں سے کم ترین سمجھا جائے تا کہ اپنی برائیاں معلوم کی جا سکیں۔

ہفتم: عمل میں سستی نہ کی جائے۔

ہشتم: اپنی حالت پر تکبر نہ کیا جائے۔

نہم: دل کو فضول باتوں سے خالی رکھا جائے۔

دہم: جو چیز بھی حق تعالیٰ سے باز رکھے اس سے قطع تعلق کیا جائے اور تمام خلق سے ملنے جلنے سے پرہیز کی جائے۔ خلوت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا دل میں کوئی غیر نہ رہے۔ [۱۲۸]

شریعت کا علم

مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ شریعت کا عالم ہو تاکہ علم کے ساتھ عمل کرے۔علم اس کا رہبر ہوگا تو شیطان اس پر دست درازی نہ کر سکے گا۔

مراقبہ

فرماتے ہیں کہ مراقبہ میں اگر حدیث نفس غالب آ جائے تو سو جانا چاہیے۔ کیونکہ عالم کا سونا اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔''نوم العالم عبادۃ'' سندھی زبان کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی نے فرمایا ہے کہ:

''سونے کی حالت میں بھی ان کا چہرہ نور معلوم ہوتا ہے کیونکہ
ان کی نیند بھی عبادت ہے''

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے پردادا شاہ عبدالکریم باڑی والے نے فرمایا ہے کہ:

''جو کچھ بیداری کے عالم میں زبان پر رہتا ہے نیند کی حالت
میں بھی وہی کچھ جاری رہتا ہے کیونکہ میرا دل میرے محبوب نے
اپنے قبضے میں کر رکھا ہے''

تلاوت قرآن مجید

حضرت زکریا ملتانی نے قرآن حکیم کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ:

''طالب علم کو چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران قرآن
مجید کے معنی سمجھنے کی کوشش کرے اور تفکر کرے۔تفکر خدا کی تخلیق
پر کیا جائے اور نہ خالق میں۔اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور نعمتوں،
آسمان و زمین، بہشت و دوزخ پر تفکر کیا جائے۔اس کے سوا جو

کچھ ہے اس سے احتراز کرنا چاہیے"

شاہ لطیف نے فرمایا ہے کہ: "پڑھتے تو رہتے ہیں لیکن غور وفکر نہیں کرتے" [۱۲۹]

نفس کی پاکیزگی

ایک جگہ حضرت غوث نے لکھا ہے کہ جب بندہ کی ارادت حق تعالیٰ کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ اس کے نفس کو دنیوی غلاظتوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اس حالت میں اس کی حرکات وسکنات نفسانی نہیں رہتیں بلکہ ربانی ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نگہداشت میں آجاتا ہے بندہ کو جب یہ مقام حاصل ہوتا ہے تو امید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو منزل مقصود پر پہنچا دے گا۔

اخلاص

"مجمع الاخبار" کے حوالہ سے حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں حضرت غوث العالم کی وصیت نقل کی ہے۔ حضرت غوث نے فرمایا ہے کہ بندہ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صدق واخلاص کے ساتھ کرے اور یہ اس طرح ہو کہ عبادات واذکار میں غیر کی نفی کرے اور ماسوائے اللہ کے تصور کو مٹا دے۔ [۱۳۰]

حوالہ جات

(۱) مجلّہ معارف اولیاء ''حضرت بہاء الدین زکریا نمبر'' ص ۷۰، ۶۹

(۲) ''انوارِ غوثیہ'' ص ۵۴۔ شمیم محمود زیدی۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی'' ''خلاصۃ العارفین'' مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان ۱۳۵۳ء ص ۴۷

(۳) مخدوم عبدالرشید، ''منبع البرکات'' ص ۳۶، مطبوعہ صادق الانوار، بہاولپور ۱۹۱۵ء انوارِ غوثیہ ص ۵۴

(۴) ''منبع البرکات''، ص ۳۶

(۵) تاریخ فرشتہ، ص ۱۸۳

(۶) خواجہ حسن دہلوی ''فوائد الفواد'' ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (ترجمہ، از پروفیسر محمد سرور) علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور

(۷) انوارِ غوثیہ، ص ۵۴

(۸) ''تذکرہ بہاء الدین زکریا''، ص ۸۵

(۹) ''فوائد الفواد'' ص ۳۸۵

(۱۰) ایضاً، ص ۵۰۰

(۱۱) ایضاً، ص ۵۲۳

(۱۲) ایضاً، ص ۱۶۱

(۱۳) نظام الدین اولیاء ''راحت القلوب'' مجلس ۱۵، بحوالہ ہشت بہشت

(۱۴) ایضاً،

(۱۵) سید اولاد علی گیلانی ''مرقع ملتان'' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۴۷

(۱۶) سیر العارفین ص ۱۶۸

(۱۷) ایضاً، ص ۱۷۰

(۱۸) مخدوم جہانیاں، جہاں گشت ''الدّ رالمنظور''، ص ۲۹۵

(۱۹) حمیداللہ ہاشمی ''احوال وآثار شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی''، ''خلاصۃ العارفین'' ص ۱۰۰، دیوانِ فارسی قلمی ص ۲، تصوف فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۰ء

(۲۰) ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ص ۱۳۸

(۲۱) ''فوائدالفواد'' ص ۳۲۱

(۲۲) ''سیرالاولیاء''، (فارسی)، ص ۵۸۵

(۲۳) ایضاً، ص ۷۰

(۲۴) ''تذکرہ بہاءالدین زکریا ملتانی''، ص ۶۳

(۲۵) ''انوارِغوثیہ''، ص ۵۴

(۲۶) ایضاً

(۲۷) ''اخبارالاخیار'' (فارسی)، ص ۲۷

(۲۸) مجلّہ معارف اولیاء، ''حضرت بہاءالدین زکریا''، ص ۷۱۔۷۰

(۲۹) سید قاسم محمود، ''اسلامی انسائیکلوپیڈیا''، شاہکار فاؤنڈیشن کراچی ۱۹۸۴ء ص ۳۸۴

(۳۰) ''فوائدالفواد''

(۳۱) ''احوال وآثار حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی'' ص ۸۱، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۸۴

(۳۲) ایضاً، ص ۸۰، سیارہ ڈائجسٹ، ''اولیاء کرام نمبر'' جلد دوم، ص ۳۴، گل خنداں (ماہنامہ لاہور، بزرگانِ دین نمبر ا اکتوبر ۱۹۶۲ء، ص ۸۹۔۹۰

(۳۳) ''تذکرہ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی'' ص ۸۶۔۸۵

(۳۴) سیارہ ڈائجسٹ، اولیاء کرام نمبر، جلد دوم، ص ۳۰

(۳۵) ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' طبع اول مئی ۱۹۸۰ء ص ۸۶، طبع دوم ۲۰۰۲ء ص ۶۹۔۶۸

(۳۶) ایضاً، طبع دوم، ص ۶۵۔۶۴، آستانہ (ماہنامہ) کراچی ''ارشاد قاضی کا مضمون'' ص ۱۹

(۳۷) مفتی محمد ابراہیم فریدی، ''تذکارِ مطیب''، ناشر ڈاکٹر قاسم رضا فریدی سالم، کراچی، ص ۱۲۶، بار اول، ۱۴۱۵ھ

(۳۸) تصوف، ''تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک'' ص ۲۹۳

(۳۹)۔ Arnold.T,W "The Preaching of Islam" (Lahre: Shirkat-e-Qualam , 1956)

(۴۰) ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی، ''اسلام کی توسیع و اشاعت میں صوفیاء کرام کا حصہ'' آئین (ہفت روزہ) ماہانہ ایڈیشن، دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۵۰، شیخ محمد اکرام بنیادی طور پر یہ موقف اختیار کیا تھا تبلیغ اسلام شاید صوفیاء کرام کا اولین مقصد نہ تھا بعد ازاں اسی کو ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے تفصیل سے اپنے مضمون میں اختیار کیا ملاحظہ ہو: آبِ کوثر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع پانزدہم، ۱۹۹۲ء ص ۱۹۰۔۱۹۲

(۴۱) ، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ''تصوف اور تعمیر سیرت'' مرتبہ عاصم نعمانی (اسلامک پبلی کیشنز لاہور)، ص ۱۰۲

(۴۲) مولوی عبدالحق، ''اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیاء کرام کا کام'' انجمن ترقی اردو، ہند نئی دہلی ۱۹۹۱ء ص ۳

(۴۳) عبدالمجید سالک، ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، طبع سوم، ۱۹۸۲ء ص ۴۹۰۔۴۹۱

(۴۴) محمد خورشید، ''خطہ بہاولپور میں علمی و دینی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ'' تحقیقی مجلہ ''علوم

اسلامیہ'' کلیہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۱۹۹۸ء) جلد ۶، شمارہ ا، ص ۹۲

(۴۵) ''سیر العارفین'' اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری ص ۱۴۴۔ ۱۴۵، ''احوال و آثار'' حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ص ۲۷۔ ۲۸

(۴۶) ایضاً، مصدر سابق، ص ۲۸

(۴۷) مولانا عبدالرحمٰن جامی ''نفحات الانس'' اردو ترجمہ حیات صوفیہ از محمد ادریس انصاری (ادارہ تبلیغ اسلام صادق آباد) ص ۶۳۸

(۴۸) جمالی ''سیر العارفین'' ص ۱۴۴

(۴۹) ایضاً ص ۱۴۸

(۵۰) ''احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ''خلاصۃ العارفین''

(۵۱) ''خلاصۃ العارفین'' ص ۴۷۔ ۴۶

(۵۲) ''احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' و ''خلاصۃ العارفین'' ص ۳۶

(۵۳) حمید اللہ شاہ ہاشمی ''احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ص ۸۹

(۵۴) ایضاً

(۵۵) نور احمد خان فریدی ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف، ۱۹۸۰ء، ص ۷۱۔ ۷۲

(۵۶) ''احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ''وخلاصۃ العارفین'' ص ۳۷

(۵۷) ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ص ۷۲۔ ۷۳

(۵۸) القرآن، آل عمران، ۱۰۴

(۵۹) ''احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ص ۸۷

(۶۰) ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ'' ص ۱۲۲

(۶۱) ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ'' ص ۷۴

(۶۲) ایضاً

(۶۳) ایضاً،ص۳۰۲

(۶۴) ''احوال وآثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی'' ''خلاصۃ العارفین''،ص۴۳

(۶۵) ایضاً،ص۴۲،فریدی''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی''ص۳۰۲

(۶۶) حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ کے حالاتِ زندگی اور خدمات کے لیے ملاحظہ ہوں:

فریدی،نور احمد خان،تذکرہ حضرت صدر الدین عارفؒ،قصر الادب،ملتان ۱۹۵۷ء

فریدی،نور احمد خان،تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانیؒ (لاہور:۱۳۸۱ء)

(۶۷) ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ''،ص۹۶

(۶۸) مولوی نور احمد خان فریدی''تاریخ ملتان''قصر الادب،ملتان،جلد اوّل،ص۱۵۷

(۶۹) علامہ فقری،''اولیائے پاکستان''،ص۱۵۱۔۱۵۲

(۷۰) ''تاریخ ملتان''،حصہ اوّل،ص۱۶۰۔۱۶۱

(۷۱) ڈاکٹر عبدالمجید سندھی،پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں،۳۷۲۔۳۷۹۔۳۸۹

(۷۲) شیخ محمد اکرام،''آبِ کوثر''،ص۲۶۸

(۷۳) ''احوال وآثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی'' ''خلاصۃ العارفین''،ص۷۱

(۷۴) اکرام،''آبِ کوثر''،ص۲۶۹

(۷۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ،دانش گاہِ پنجاب لاہور ۱۹۹۷ء ص۶۵۸۔۶۵۹

(۷۶) (Rev James Reynolds) (Al-Utbi. Kitab -i- Yamini)
(Lahore: A Qausain Goldmohur reprint ,1975)
PP.326-329

(۷۷) ڈاکٹر انجم رحمانی، ''پنجاب تمدنی و معاشرتی جائزہ'' الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۱۸۹۔۱۹۰

(۷۸) صباح الدین عبدالرحمٰن ''بزم صوفیاء''، زاویہ فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۳ء ص ۱۳۔۱۴

(۷۹) ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' جلد ۵۔ص ۹۴۔۹۵

(۸۰) ایضاً۔تذکرہ ''حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ''، ص ۶

(۸۱) ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ''فوائد الفواد'' جمع کردہ حضرت خواجہ امیر حسن علاء سجزی دہلوی ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلویؒ الفیصل اردو بازار لاہور۔ص ۱۶۱

(۸۲) مرتبہ جادو ناتھ سرکار ''تاریخ بنگال'' جلد دوم، ص ۶۸۔۷۰

(۸۳) عبدالحق محدثؒ، دہلوی ''اخبار الاخیار'' ۱۳۰۹ھ اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، کراچی ۱۹۶۳ء ص ۳۷

(۸۴) ''سیر العارفین''، ص ۲۲

(۸۵) ''فوائد الفواد''، ص ۲۴۰

(۸۶) ''تذکرہ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ''، ص ۶۵۔۶۷

(۸۷) ایضاً ص ۶۴۔۶۷

(۸۸) ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۹۴۔۹۵

(۸۹) ''خلاصۃ العارفین''، ص ۴۷

(۹۰) ''بزم صوفیاء''، ص ۹۰۔۹۱

(۹۱) سید عبدالقادر ٹھٹوی، ''حدیقۃ الاولیاء'' سندھی ادبی بورڈ، کراچی

(۹۲) ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں''، ص ۳۶۱

(۹۳) ایضاً ص ۳۶۲

(۹۴) بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ''الاوراد'' مرکز تحقیقات ایران و پاکستان اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

(۹۵) ایضاً

(۹۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ''اخبار الاخیار'' مع مکتوبات، فاروق اکیڈمی خیر پور، ص ۲۷، عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مترجمین مولانا سبحان محمود مولانا محمد فاضل، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ص ۶۴، اخبار الاخیار کا ایک اور اردو ترجمہ انوار صوفیہ کے نام سے محمد لطیف ملک نے کیا ہے، جسے مقبول اکیڈمی لاہور نے ۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع کیا۔

(۹۷) عبدالحق محدث دہلوی، ''اخبار الاخیار''، ص ۲۶۔۲۷

(۹۸) شہزادہ، داراشکوہ ''سفینۃ اولیاء'' اردو ترجمہ محمد علی لطفی، نفیس اکیڈمی کراچی، طبع ششم، ۱۹۸۲ء ص ۱۵۲

(۹۹) ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ''، ص ۲۹۹

(۱۰۰) ڈاکٹر محمد ریاض، ''برصغیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ اسلامی'' سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد، جلد ۲۶، شمارہ ۲، (اکتوبر۔دسمبر ۱۹۸۸ء) ص ۸۲

(۱۰۱) ایضاً، ص ۸۴

(۱۰۲) محمد خورشید، ''خطۂ بہاولپور میں علمی و دینی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ''، ص ۹۳

(۱۰۳) عزیز احمد، ''برصغیر میں اسلامی کلچر''، اردو ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۷ء ص ۱۲۲

(۱۰۴) مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، ''ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں''، پروگریسیو بکس لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۰۲

(۱۰۵) اعجاز الحق قدوسی، ''تذکرہ صوفیائے پنجاب''، سلیمان اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۲ء ص ۱۱۰۔۱۱۱

(۱۰۶) ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ''، ص ۱۰

(۱۰۷) کرم الٰہی بدر، ''تاریخ ملتان'' امتزاج؛ پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۹ء ص ۱۲۷

(۱۰۸) ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' جلد ۵، ص ۹۵

(۱۰۹) ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ''، ص ۱۳۲

(۱۱۰) ایضاً، ص ۱۳۶

(۱۱۱) حمید اللہ شاہ ہاشمی، ''احوال وآثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی''، ص ۱۳

(۱۱۲) ڈاکٹر عبدالمجید سندھی، ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں''، ص ۳۵۱

(۱۱۳) سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''تصوف اور تعمیر سیرت''، ص ۱۵۳

(۱۱۴) مولانا سیّد عبدالحی بریلوی لکھنوی، ''نزہتہ الخواطر وبجتہ المسامع والنواظر'' اردو ترجمہ ابو یحیٰ امام خان نوشہروی، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۵ء حصہ اوّل، ص ۱۹۵۔۱۹۶

(۱۱۵) محمد دین کلیم، ''لاہور کے اولیائے سہرورد''، مکتبہ تاریخ لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۸۶

(۱۱۶) Arnold, Sir T.W. The Prching of Islam (Lahore: Shirkat -i- Kaalam) P.281.

(۱۱۷) Arberry, A.J, "Mysticism" in "The Combridge History of Islam" (London: George Allen & Union Ltd. 1950)P.86

(۱۱۸) arberry, A.J. "Mysticism" in "The Combridge History of) - Islam" edited by P.M Holt Ann K.S. Lambton & B. Lewis (Combridge University Press, 1970) Vol.2, P.622

(۱۱۹) Jonas, L. Bevan,The People of Mosque (Calcutta: Y.M.C.A Publishing House, 1939) P. 165

(۱۲۰) کرنل میسی سر لیپل ایچ گرفین، ۔''تذکرہ رؤسائے پنجاب''، اردو ترجمہ سید نوازش علی سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۳ء، جلد دوم، ص ۴۹۲

(۱۲۱) Punjabi Singh, History of the Punjab (A.D. 1000-1526) (Patiala: Punjabi University, 1972) Vol. 3. P. 15

(۱۲۲) seberry *III*, J. Royal, Imperial Rule in Punjab New Delhi: Manohar Publishing,1987)P.80

(۱۲۳) القرآن۔الجمعۃ، ۱۰

(۱۲۴) ''خلاصتہ العارفین''ص ۱۷

(۱۲۵) ایضاً ص ۱۸

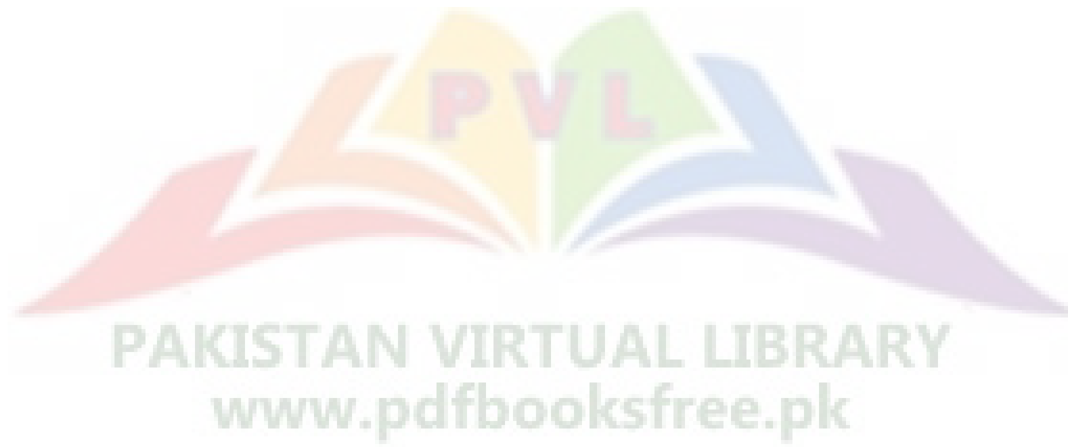
(۱۲۶) ''اخبارالاخیار فی اسرارالابرار'' اُردو ترجمہ محمد لطیف ملک،

(۱۲۷) حضرت بہاءالدین زکریاؒ، رسالہ ''الاوراد'' لاہور ۱۹۷۸ء

(۱۲۸) ایضاً

(۱۲۹) ایضاً

(۱۳۰) ''اخبارالاخیار''



کتابیات

۱۔ القران

۲۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی، ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

۳۔ مرزا ابن حنیف، ''سات دریاؤں کی سرزمین''

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۹۷ء

۵۔ ڈاکٹر روبینہ ترین، ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ''، ادارہ تالیف وترجمہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

۶۔ کرم الٰہی بدر، ''تاریخ ملتان''

۷۔ ''تذکرہ شرح سکندر ناصرالدین یونانی'' مطبوعہ ادارہ تحقیق وتذکرہ احمد پور شرقیہ، ۱۹۶۶ء

۸۔ بھاگوت پران ''ساتواں اسکند'' کوہ نور پریس لاہور، ۱۹۶۷-۱۹۶۸ء

۹۔ منشی عبدالرحمٰن خان، ''آئینہ ملتان'' مکتبہ اشرف المعارف ملتان

۱۰۔ الاعلان النعبنیہ، مطبع لندن، ۱۸۹۲ء

۱۱۔ ابن خلعان، ''وضیات الاعیان''

۱۲۔ حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ لاہور، ۱۹۷۶ء

۱۲۔ شیخ محمد اکرم، ''آب کوثر'' ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع پانزدہم، ۱۹۹۲ء

۱۳۔ حضرت شہاب الدین سہروردی، ''عوارف المعارف'' مترجمہ حضرت شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی۔

۱۴۔ ''نقوش سلیمانی'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی باردوم، ۱۹۷۷ء

۱۵۔ جوامع الکلم

۱۶۔ خواجہ حسن دہلوی، ''فوائد الفواد'': ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، ترجمہ از پروفیسر محمد سرور، علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب

۱۷۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس''، اردو ترجمہ حیات صوفیہ از محمد ادریس انصاری، ادارہ تبلیغ اسلام صادق آباد

۱۸۔ ای ڈی میکلیگن : ایچ اے روز، ''پنجاب ، مذہبی فرقوں اور صوفی سلسلوں کا انسائیکلوپیڈیا'' ترجمہ یاسر جواد، بک ہوم، بک سٹریٹ ۴۶، فرنگ روڈ لاہور

۱۹۔ ''مضامین مالک''، مطبوعہ ادارہ طاق بستا آرہ (بہار) ۱۹۴۲ء

۲۰۔ ڈاکٹر سید معین الحق، ''تاریخ فیروز شاہی''، مرکزی اردو بورڈ لاہور

۲۱۔ ''انوارِ غوثیہ''

۲۲۔ بدرالدین اسحاق، ''اسرار اولیاء'' اردو ترجمہ پروفیسر ضیاء مکتبہ فریدیہ، ساہیوال

۳۲۔ ڈاکٹر محمد بشیر انور ابوہری ملتانی، ''خلاصۃ العارفین''، بیکن بکس قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور، گلگشت، ملتان

۲۴۔ سید ارتضٰی علی کرمانی، ''حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ''، عظیم اینڈ سنز پبلیشرز الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور

۲۵۔ مولانا ضیاء الدین ملتان، ''خلاصۃ العارفین کا قلمی نسخہ''۔ ۵-۹ ذی الحج ۱۳۰۲

۲۶۔ شیخ عین الدین بیجاپوری، ''فرشتہ تذکرہ اولیائے ہند''

۲۷۔ شیخ شرف الدین، ''منبع ابرکات'' (تذکرہ حقانیہ) قلمی نسخہ

۲۸۔ دارالشکوہ، ''سفینۃ الاولیاء'' فارسی قلمی نسخہ، نفیس اکیڈمی کراچی، طبع ششم، ۱۹۸۲ء

۲۹۔ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، ''خلاصۃ العارفین'' مرکز تحقیقات ایران پاکستان اسلام آباد، ۱۹۶۴ء

۳۰۔ مجلہ معارف اولیاء ''حضرت بہاء الدین زکریا نمبر'' محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب

۳۱۔ مولوی حفیظ الدین بہاولپوری، ''ذکر کرام''

۳۲۔ شیخ امیر حسنی، ''رسالہ مزارات ہرات''

۳۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ''اخبار الاخیار'' اُردو ترجمہ محمد لطیف ملک، شعاع ادب لاہور، ۱۹۹۲ء

۳۴۔ اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سندھ" اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۵۹ء
۳۵۔ علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی الرحیم، "سترھویں صدی ہجری کے مشاہیر سندھ نمبر" شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد (سندھ) ۱۹۶۷ء سندھی
۳۶۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی، "شکارپور ماضی وحال" (ترتیب) شکارپور ۱۹۸۴ء سندھی
۳۷۔ فیاض محمود، "تاریخی ادبیات مسلمانان پاک و ہند" فیاض محمود۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۱ء
۳۸۔ سید سلیمان ندوی، "عرب و ہند کے تعلقات"
۳۹۔ "خزینۃ الاصغیار"
۴۰۔ مخدوم عبدالرشید، "منبع البرکات" مطبوعہ صادق الانوار بہاولپور ۱۹۱۵ء
۴۱۔ نظام الدین اولیاء، "راحب القلوب" مجلس ۱۵، بحوالہ شہت بہشت
۴۲۔ سید اولاد علی گیلانی، "مرقع ملتان" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء
۴۳۔ مخدوم جہانیاں، "جہاں گشت"، "الدرالمنظور"
۴۴۔ سید قاسم محمود، "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" شاہکار فاونڈیشن کراچی، ۱۹۸۴ء
۴۵۔ سیارہ ڈائجسٹ، اولیاء کرام نمبر جلد دوم ص، ۳۴، گل خنداں ماہنامہ، لاہور بزرگان دین نمبر اکتوبر ۱۹۶۲ء
۴۶۔ مفتی محمد ابراہیم فریدی، "تذکارِ حطیب"، ناشر ڈاکٹر قاسم رضا فریدی سالم، کراچی، ص ۱۲۶، باراول ۱۴۱۵ھ
۴۷۔ ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی، "اسلام کی توسیع و اشاعت میں صوفیاء کرام کا حصہ" آئین (ہفت روزہ) ماہانہ ایڈیشن، دسمبر ۱۹۸۸ء
۴۸۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، "تصوف اور تعمیر سیرت" مرتبہ عاصم نعمانی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور
۴۹۔ مولوی عبدالحق، اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام" انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء

۵۰۔ عبدالمجید، سالک، ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع سوم، ۱۹۸۲ء

۵۱۔ محمد خورشید، ''خطہ بہاولپور میں علمی و دینی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ''، تحقیقی مجلّہ علوم اسلامیہ، کلیہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۱۹۹۸ء، ج ۶

۵۲۔ نور احمد خان فریدی، ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی'' علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف، ۱۹۸۰ء

۵۳۔ علامہ عالم فقری، ''اولیائے پاکستان''

۵۴۔ ڈاکٹر انجم رحمانی، پنجاب تمدنی و معاشرتی جائزہ'' الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۸ء

۵۵۔ صباح الدین عبدالرحمٰن، ''بزم صوفیاء'' زاویہ فاؤنڈیشن لاہور، ۲۰۰۳ء

۵۶۔ جادو ناتھ سرکار، ''تاریخ بنگال'' جلد دوم

۵۷۔ سید عبدالقادر ٹھٹھوی، ''حدیقۃ الاولیاء''، سندھی ادبی بورڈ، کراچی

۵۸۔ حضرت بہاء الدین زکریا، ''الاوراد'' مرکز تحقیقات ایران و پاکستان اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

۵۹۔ مولانا سید عبدالحیٔ بریلوی لکھنوی، ''نزہتہ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، اُردو ترجمہ ابو الحیٰ امام خان نوشہروی، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۵ء

۶۰۔ محمد دین کلیم، ''لاہور کے اولیائے سہرورد'' مکتبہ تاریخ لاہور، گڑھی شاہو، ۱۹۶۹ء

۶۱۔ کرنل میسی، سرسیبل ایچ، گرفین، ''تذکرہ روسائے پنجاب''، اُردو ترجمہ سید نوازش علی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۳ء

62- Arnold, T.W."The Preaching of Islam",hirkat-e-Q ualom, Lahore, 1956.

63- Rev James Reynolds, Al-Utbi,Kitab-i-Yamini, Lahore: A Qausain Goldmohur reprint, 1975.

64- Arbessy, A.J., "Mysticism" in The Cambridge History of Islam, London: George Allen & Union Ltd. 1950.

65- Jonas, L. Bevan, "The People of Mosque (Calcutta: Y.M.C.A Publishing House), 1939.

66- Punjabi Singh, History of the Punjab (A.D 1000-1526) Patiala: Punjabi University, 1972 Vol.3.

67- Roseberry,J. Royal, "Imperial Rule in Punjab" (New Delhi: Manohar Publishing), 1987.